قال اللہ تعالیٰ و قرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث و نزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر فضیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ÷ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جملہ

مقاصد و مبادی ÷ پس اتباعاً للنص المزبور ÷ صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمیٰ بہ

الہادی

جلد ۳	بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ	نمبر ۱۱

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ÷ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ÷ باہتمام محمد عثمان عامی ÷ دہرہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ در محلہ کلاں دہلی بزندہ فروش میگردد

÷ التفسیر العام ما اخذ من الحدیث اقبض نبینا بکتاب اسہ و قضی بالرحم

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بجائے عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی عہ یعنی دو روپے آٹھ آنے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کر کے دو روپے دس آنہ کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی۔ پی پہنچیگا

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جاینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جاینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو تو طلب فرما دیں۔ مگر اس کی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

کہ کیا تنہائی کی وجہ سے تیرا دل گھبرایا تھا میں نے تیرے پاس سے جاکر ذرا بھی کہیں دیر نہیں لگائی صرف اتنا ہوا کہ اللہ میاں سے کہہ سُنکر تیرے لئے یہ لحاف بستره اور (جنت کی) کنجی لے آیا ہوں اَب تو ذرا اُٹھ جا کہ یہ فرشتے تیرے نیچے فرش کر دیں پھر خود فرشتے ہی بہت آہستگی اور نرمی کے ساتھ اسکو اُٹھاتے ہیں اور اسکی قبر میں چار سو برس تک چلکر مسافت طے کرنے کی برابر وسعت کر دیتے ہیں پھر اسکے لئے نہایت عمدہ بیش قیمت فرش کر دیتے ہیں جس کا اندر کا رخ سبز ریشم کا ہوتا ہے بھراؤ اسکا بہت مہکتی ہوئی مشک کا ہوتا ہے اور اسکے دونوں گھٹنوں کیلئے اور سرہانے نافتے اور لاہی کے تکیے رکھدیے جاتے ہیں اور نور جنت کے دو چراغ اسکے لئے روشن کر دیے جاتے ہیں ایک سرہانے ایک پائیتیوں یہ دونوں چراغ قیامت تک روشن رہینگے پھر قبلہ رُخ کر کے دائیں کروٹ فرشتے اسکو لٹا دیتے ہیں اَب جنت کی عمدہ خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور وہ فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں اور قرآن شریف اور وہ میت ہی رہجاتے ہیں قرآن اس خوشبو کو لیکر اسکو سونگھانے کے لئے اسکی ناک پر رکھتا ہے جسکو یہ قیامت تک سونگھتا رہے گا پھر قرآن اسکی ایسی خبر گیری کرتا ہے جیسا کوئی بڑا شفیق باپ اپنی اولاد کی بہت آرام دہی کے ساتھ خبر گیری کرتا ہے اگر اسکی اولاد میں سے کوئی بچہ قرآن شریف پڑھتا ہے تو اسکی اسکو بشارت دیتا ہے اور اگر کہیں بد کردار اولاد ہوتی ہے تو انکے لئے خیر و صلاح کی دعا کرتا ہے یہ حدیث بزار نے روایت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ خالد بن معدان (راوی) کی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سماعت ثابت نہیں (لہذا یہ روایت منقطع ہے حافظ ابوبکر نے کہا ہے کہ اسکی اسناد میں اور بھی ایسے راوی ہیں جنکی دیانت وغیر دیانت کا کچھ پتہ نہیں لگتا اور اسکے متن میں بھی بیحد غرابت بلکہ ناممکن کے قریب ہے اور عقیلی وغیرہ محدثین نے بھی اس حدیث میں کلام کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص رات کو تھوڑے کھانے پینے پر بسر اوقات کر کے بھی نماز پڑھتا ہے تو صبح تک چالیس حوریں اسکے گرد چکر کاٹتی ہیں یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) کبیر میں روایت کی ہے۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ بندہ کو سب اوقات سے زیادہ قرب اللہ میاں کا اخیر شب مین ہوتا ہے اگر اسوقت میں تم اللہ کا ذکر کرنے والون میں سے ہو سکو تو ضرور ہونا یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے یہ لفظ ترمذی ہی کے ہیں ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حدیث حسن صحیح غریب کہا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایسا آدمی نقصان میں نہیں رہتا جو تہجد کی نماز میں سورہ بقر اور آل عمران پڑھ لیا کرے یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ تین (قسم کے) آدمی ایسے ہیں کہ ان سے اللہ میاں محبت رکھتے اور انکو دیکھکر خوش ہوتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے اپنی خوشی ظاہر کرتے ہیں انمیں سے ایک تو وہ آدمی ہے کہ جنگ میں جب اسکے ساتھ والے شکست کھا کر بھاگ پڑے تو یہ اکیلا ہی اسکے بعد میں اللہ کو خوش کرنیکی غرض سے سینہ سپر ہو کر لڑنے لگا بعد میں شہید ہو گیا یا خدا نے فتح دیدی تو اسکی بابت اللہ میاں فرشتون سے فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کو دیکھو مجھے خوش کرنیکے لئے کیسا سینہ سپر ہو گیا ہے۔ دوسرے وہ آدمی کہ اسکی حسین خوبصورت بیوی بھی ہے نرم نرم بڑھیا غالیچے بھی ہیں پھر بھی وہ (اپنے اس آرام و راحت کے سامان کو چھوڑ کر) تہجد کے لئے اٹھتا ہے تو اللہ میاں فرماتے ہیں کہ (دیکھو) یہ بندہ اپنی خواہشات کو چھوڑتا اور میرا ذکر خیر کرتا ہے اگر چاہتا تو اسوقت آرام سے سو سکتا تھا۔ تیسرا وہ آدمی کہ ایک قافلہ کے ساتھ سفر میں تھا اول تو وہ بھی سب جاگتے رہے بعد میں جب سب سو گئے تو اس نے دُکھ تکلیف آرام و راحت کہیں کا خیال نہیں کیا اور تہجد کے وقت نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہوا یہ حدیث طبرانی نے حسن سند کے ساتھ کبیر میں روایت کی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

ہیں کہ ہمارے اللہ میاں دو آدمیوں سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں ایک تو وہ آدمی کہ اپنے لحاف بچھونے اپنے بیوی بچوں میں سے تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتا ہے تو اللہ عزوجل (فرشتوں سے) فرماتے ہیں میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اپنے لحاف بچھونے اپنے بیوی بچوں میں سے اٹھتا ہے اس وجہ سے کہ اسکو میری نعمتوں کے لینے کا شوق اور میرے عذاب سے خوف ہے۔ دوسرا وہ آدمی کہ جہاد میں خوب جان توڑ کر لڑا اسکے ساتھ والوں میں (جنگ کا رنگ بگڑنے کی وجہ سے) بھگی پڑگئی تو اس نے بھاگنے میں خدائی مواخذہ اور پھر لوٹ کر لڑنے میں اجر عظیم کا خیال کر کے یہ لوٹا اور یہانتک لڑا کہ وہیں شہید ہو گیا اس کی بابت بھی اللہ میاں فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندہ کو کہ میری نعمتوں کے شوق اور میری عقوبتوں کے خوف سے یہانتک لڑتا رہا کہ آخر شہید ہی ہو گیا۔ یہ حدیث امام احمد ابو یعلی طبرانی نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور یہی روایت طبرانی نے حسن سند کے ساتھ موقوفاً بھی روایت کی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ میاں دو آدمیوں کو دیکھکر بہت ہنستے ہیں ایک تو وہ کہ سردیوں کی رات میں اپنے بچھونے لحاف اور بسترے میں سے اٹھا وضو کیا پھر نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا اسکی بابت اللہ میاں اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ بندہ جو کچھ کر رہا ہے ایسا کرنے پر اسکو کس نے ابھار رکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں مولا یہ تمہاری نعمتوں کے شوق اور تمہاری عقوبتوں کے خوف سے ایسا کر رہا ہے اللہ میاں فرماتے ہیں کہ بس تو جس چیز کی یہ امید کر رہا ہے میں نے اسکو دیدی اور جس سے یہ خوف کھا رہا اور اندیشہ کر رہا ہے اس سے اسکو امن دیدیا۔

۲۷۵

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میری امت کا بعض آدمی رات کو (تہجد کے لئے) اٹھتا اپنی طبیعت کو وضو وغیرہ کیطرف لگاتا ہے اور (شیطان کی لگائی ہوئی) کئی گرہوں کی اسپر بندش ہوتی ہے تو جب اس نے اٹھکر ہاتھ دہوئے تو ایک گرہ تو اسی سے کھل گئی پھر منہ دھویا تو دوسری کھل گئی۔ پھر سر کا مسح کیا تو اور کھل گئی پھر پیر دہوئے تو اور کھل گئی اسوقت اللہ میاں (بطور فخر) ان فرشتوں سے فرماتے ہیں جو حجاب (کبریائی) کے اسطرف

ہیں کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ اپنی طبیعت سے کیسی کوشش کر رہا اور خوشامد میں کس طرح لگا ہوا ہے اب جو کچھ یہ مانگ رہا ہے میں نے اس کو دیدی۔ یہ حدیث امام احمد نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے یہ الفاظ (مذکورہ) ابن حبان ہی کے ہیں۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تورات میں یہ لکھا ہے کہ جو لوگ تہجد پڑھتے ہیں انکے لئے اللہ میاں نے ایسی عجیب نعمتیں تیار کی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سُنیں اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں انکا خیال آیا نہ انکی کسی مقرب فرشتے کو خبر ہے اور نہ کوئی بڑے سے بڑا پیغمبر انکو جانتا ہے اور اس آیۃ (میں انکا بیان ہے جس) کو ہم سب پڑھتے ہیں فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین الآیۃ۔ حاکم نے اسکو روایت کرکے اسکو صحیح کہا ہے۔

عبد اللہ بن ابی قیس فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دیکھنا تہجد کی نماز کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسکو کبھی نہین چھوڑتے تھے اور جب آپ بیمار ہوتے یا کچھ تھکن سے طبیعت سُست ہوتی تو بیٹھکر پڑھ لیا کرتے تھے یہ روایت ابو داؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

۲۷۷

طارق بن شہاب سے مروی ہے یہ رات کو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاں اس غرض سے رہے کہ دیکھیں تہجد میں وہ کسقدر محنت کرتے ہیں انھون نے دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کے اخیر ہی وقت اُٹھے اور نماز پڑھنے لگے اور جوان طارق کو سلمان پر ظن غالب (کثرت عبادت و مجاہدہ کا) تھا وہ نہیں پایا تو انھوں نے سلمان سے اسکا ذکر کیا تو انھون نے فرمایا کہ میاں ان پانچون ہی نمازون کو پابندی سے ادا کرتے رہو بس یہی ان (گناہوں کے) زخمون کے لئے مرہم بنجاتی ہین جبتک کہ کوئی ناحق خون نہ کیا ہو جب لوگ عشا کی نماز پڑھ لیتے ہین تو تین قسم کے ہو کر (اپنے گھرون کو) لوٹتے ہیں ایک قسم تو وہ ہوتے ہیں کہ جو نقصان ہی میں ہوتے ہیں فائدہ میں نہیں رہتے۔ دوسری قسم کے وہ ہوتے ہیں کہ وہ فائدہ ہی میں ہیں نقصان میں بالکل نہیں تیسری قسم وہ کہ نہ فائدہ میں نہ نقصان میں بس جو آدمی ایسا ہے کہ اس نے رات کی اندھیری اور لوگون کی غفلت کو غنیمت سمجھکر (بدکرداریوں اور) معاصی

کے گھوڑے پر سوار ہو گیا تو بس یہ تو اپنے نقصان ہی میں ہے اپنے فائدے میں بالکل نہیں ہے اور اسکے مقابل وہ شخص ہے کہ اس نے رات کی اندھیری اور لوگون کی غفلت کو غنیمت سمجھکر رات کو اُٹھا تہجد کی نماز پڑھی تو بس یہ اپنے فائدے ہی میں ہے نقصان میں بالکل نہیں۔ تیسرا وہ کہ جو نہ فائدے میں نہ نقصان میں وہ وہ ہے کہ (عشا کی) نماز پڑھی اور سو گیا۔ یہ ایسا ہے کہ نہ اپنا کچھ فائدہ کیا اور نہ نقصان اُٹھایا یہ روایت طبرانی نے (اپنی کتاب) کبیر میں اچھی سند سے نقل کی ہے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ دنیا بھر میں غبطہ اور رشک کرنیکے لایق صرف دو ہی آدمی ہیں ایک تو وہ آدمی کہ اسکو اللہ میان نے بیحد مال دے رکھا ہے وہ اس مال کو فی سبیل اللہ خرچ کرتا اور بہت زیادہ خرچ کرتا ہے تو ایسے آدمی پر اگر کوئی رشک کرے اور یہ کہے کہ اگر مجھے بھی اللہ میان اتنا دیتے تو میں بھی اسکی طرح خوب خرچ کرتا تو یہ موقع واقعی قابل رشک اور حرص ہے دوسرا وہ آدمی کہ اسکو قرآن شریف یاد ہے وہ تہجد میں اسکو پڑھتا ہے اور اسکے پاس ہی اور آدمی ہے اسے قرآن شریف یاد نہیں ہے وہ اسکے تہجد وغیرہ پڑھنے پر حرص رکھتا اور رشک کرتا ہے کہ اگر مجھے اللہ میان اسکی طرح قرآن شریف یاد کرا دیں تو میں بھی ایسی طرح ضرور تہجد پڑھا کروں یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے لیکن سند کسیقدر ضعیف ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ غبطہ صرف دو ہی آدمیون پر کرنا چاہیئے ایک تو ایسا آدمی کہ اسکو اللہ میان نے قرآن شریف یاد کرا دیا وہ اسکو اوقات شب و روز میں پڑھتا ہے دوسرا وہ آدمی کہ اسکو اللہ نے مال عطا کر دیا ہے وہ اسکو رات دن (مصرف خیر میں) خرچ کرتا ہے یہ حدیث مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے۔

یزید بن الاخنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انکو صحبت رسول حاصل تھی (لہذا صحابی ہیں) فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم صرف دو آدمیوں

۲۷۷

جلیبے بننے کی ہوس رکھنا ایک تو وہ آدمی کہ اسکو اللہ میاں نے قرآن شریف یاد کرا دیا ہے وہ اسکو اوقات شب و روز مین پڑہتا ہے اسے دیکھکر آدمی یہ ہوس کرے کہ اگر مجھے بھی اللہ میان یہ نعمت عطا کر دیں جو اسکو عطا کی ہے تو میں بھی اسیطرح کرون جسطرح یہ کرتا ہے دوسرا وہ آدمی کہ اسکو اللہ میان نے مال دے رکھا ہے وہ اسکو (مصرف خیر میں) خرچ کرتا اور خیرات کرتا ہے تو اس جلیبے ہونیکی بھی آدمی ہوس کیا کرے یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے اسکے راوی بھی سب ثقہ اور مشہور ہیں۔

فضالہ بن عبید اور تمیم داری سے رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے تہجد (کی نماز) میں دس آتیں پڑھ لیں تو اسکے (اجر و ثواب کا) ایک قنطار لکھدیا جاتا ہے اور وہ قنطار تمام دنیا اور دنیا کے کل ساز و سامان سے بہتر ہوتا ہے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو تمہارے رب عز و جل اس بندہ سے فرمائیں گے کہ پڑھ اور ہر آیت پر ایک درجہ طے کرے حتیٰ کہ جب یہ آخری آیت تک پہنچے گا تو اللہ میان فرمائینگے کہ اب تو اس درجہ پر قبضہ کرلے یہ بندہ اپنا ہاتھ رکھکر عرض کریگا یارب اتم (میری دلی مراد سے) خوب واقف ہو اللہ فرمائینگے بس ہمیشہ ان ہی نعمتون میں رہنا یہ حدیث طبرانی نے کبیر اور اوسط مین حسن سند سے نقل کی ہے۔

۲۷۸

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے تہجد میں دس آتیں پڑھ لیں تو وہ غافلین میں نہیں لکھا جائیگا اور جس نے سو آتیں پڑھ لیں وہ قانتیں میں لکھدیا جائیگا اور جس نے ایک ہزار آتیں پڑہ لین تو وہ مقنطرین (یعنی ثواب کے ذخیرہ کرنے والوں) میں لکھدیا جاتا ہے یہ حدیث ابو داؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے حافظ (ابو بکر) فرماتے ہین کہ تبارک الذی بیدہ الملک سے آخر قرآن تک ایک ہزار آتیں ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے (اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) اور ایک اوقیہ ما بین السماء والارض سے بہتر ہوتا ہے یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس کسی نے رات کو (تہجد میں) دس آیتیں پڑھ لیں وہ غافلین مین نہیں لکھا جاتا اور جس نے سو آیتیں پڑھ لیں اسکے لئے ساری رات کی عبادت کا ثواب لکھدیا جاتا ہے اور جس نے دو سو آیتیں پڑھ لیں وہ قانتین میں لکھدیا جاتا ہے اور جس نے چار سو پڑھ لیں وہ عابدین میں لکھا جاتا ہے اور جس نے پانسو پڑھ لیں وہ حافظین میں شمار کیا جاتا ہے اور جس نے چھ سو پڑھ لیں وہ خاشعین مین درج کردیا جاتا ہے اور جس نے آٹھ سو پڑھ لیں وہ مخبتین مین لکھ لیا جاتا ہے اور جس نے ایک ہزار پڑھ لین تو وہ ایک قنطار کا مالک ہوجاتا ہے اور ایک قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے اور ایک قنطار دنیا بھر کے خرچ کرنے سے (اجر و ثواب میں) بہتر ہوتا ہے اور جس نے دو ہزار آیتیں پڑھ لیں تو وہ موجبین میں لکھدیا جاتا ہے یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے اور موجب ایسے آدمی کو کہتے ہین جو ایسا کوئی عمل کرے کہ وہ عمل اسکے لئے جنت ملنی واجب (اور لازم) کردے اور ایسے ہی اس لفظ کا اطلاق اس آدمی پر بھی ہوتا ہے کہ جو لزوم دوزخ کا کوئی عمل کرے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے ان (پانچوں) فرض نمازوں کی پابندی کرلی تو وہ غافلین میں سے نہیں رہتا اور جس نے ایک رات میں (تہجد کے وقت) سو آیتیں پڑھ لیں وہ بھی غافلین میں شمار نہیں کیا جاتا یا یہ فرمایا تھا کہ وہ قانتین میں لکھدیا جاتا ہے یہ حدیث ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور حاکم نے بھی اور لفظ حاکم کے یہ ہیں جو ابن خزیمہ کی بھی ایک روایت میں ہیں آنحضرت نے فرمایا تھا کہ جس نے ایک رات میں (بوقت تہجد) سو آیتیں پڑھ لیں وہ غافلین میں نہیں لکھا جاتا اور جس نے ایک رات میں دو سو آیتیں پڑھ لیں وہ مخلص قانتین میں لکھدیا جاتا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

اونگھنے کی حالت میں آدمی کے نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے سے ترہیب

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جب کسی کو نماز میں اونگھ آیا کرے تو وہ (نماز پڑھنی چھوڑ کر) اتنا سو لیا کرے کہ نیند جاتی رہے اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی اونگھتا ہوا نماز پڑھے گا تو کیا عجب ہے کہ چاہے تو استغفار کرنا اور منہ سے بُرا نکلنے لگے (کیونکہ اسے آپے کی خبر تو ہے ہی نہیں) یہ حدیث امام مالک۔ بخاری مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کی ہے نسائی کے لفظ یہ ہیں کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہوا اونگھنے لگے تو بس نماز چھوڑ دیا کرے کیونکہ عجب نہیں کہ یہ اپنے حق میں بددعا کر بیٹھے اور اسے خبر بھی نہ ہو۔

۲۸۰ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو فوراً سو جائے اور اتنا سوئے کہ نیند بھر کر اسکو یہ معلوم ہونے لگے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں یہ حدیث بخاری اور نسائی نے روایت کی ہے مگر نسائی میں اس طرح ہے آنحضرت نے فرمایا تھا کہ جب کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو نماز چھوڑ کر سو جایا کرے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب کوئی تم میں سے تہجد پڑھنے کھڑا ہو اور (نیند کی وجہ سے) قرآن شریف اسکی زبان سے ادا ہونا مشکل معلوم ہو اسے یہ خبر نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تو وہ لیٹ ہی جایا کرے یہ حدیث مسلم ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کی ہے

آدمی کے صبح تک سونے اور تہجد کی نماز کا کوئی حصہ بھی ترک کرنے سے ترہیب

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

(باقی آئندہ)

خاصکر قریش کہ انھوں نے تو تین سو ساٹھ بت اپنے لئے تیار رکھے تھے یعنی ہر دن ایک نیا خدا (انکے گمان میں) ان سے سجدہ کراتا تھا لیکن پھر دیکھیے خدا تعالے نے اسی قبیلہ قریش سے کیسے کیسے حضرات پیدا کئے کہ حضرت ابو بکر اسی قبیلہ کے ہیں حضرت عمر اسی قبیلہ کے ہیں پھر یہ دیکھو کہ یہ حضرات کس مرتبہ کے ہیں پس معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑے گناہ کے بعد انسان توبہ کرکے خدا کا مقرب و مقبول بندہ ہو سکتا ہے غرض یہ سمجھنا کہ ہمارے گناہ معاف نہ ہونگے بڑی غلطی ہے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بغیر توبہ کئے مرجاتا ہے ایک سبب توبہ نہ کرنے کا یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ مجھ سے پھر گناہ ہو جائے گا اور جب پھر گناہ ہو جانے کا احتمال ہے تو توبہ سے کیا فائدہ ہوگا اسلئے توبہ اسوقت کرنا چاہیئے کہ اسکے بعد پھر گناہ نہ ہو صاحبو! میں پوچھتا ہوں کہ زندگی کا وہ کونسا حصہ ہے جسمیں گناہ نہ ہونے کا یقین کرسکیں جوانی میں اگر چالاکی عیاری نہیں ہوتی تو بدمستی و بے پروائی ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں اگر آوارگی بدمستی نہیں ہوتی تو حرص۔ مکر و فریب حسد وغیرہ غرض بیسیوں باطنی مرض پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو حاصل اس عذر کا یہ ہوا کہ مرکر توبہ کرینگے مگر خوب سمجھ لو کہ ہر شخص کی موت اسکے حق میں تو قیامت ہی ہے پھر قیامت میں کہیں توبہ قبول ہوتی ہے ہرگز نہیں توبہ تو صرف زندگی کی حالت میں قبول ہوتی ہے اور سبب اس خیال کے پیدا ہونے کا یہ ہوتا ہے کہ بہت لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب توبہ کے بعد بھی گناہ ہوا تو وہ توبہ بالکل بیکار ہوئی۔ حالانکہ یہ غلط خیال ہے بلکہ اس توبہ سے پچھلے گناہ جو معاف ہو چکے ہیں وہ معاف ہو چکے ہیں ان پر اب پکڑ نہ ہوگی اسیطرح جس جس گناہ سے توبہ کرتے جاؤ گے وہ مٹتا جائیگا لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تو بہت آسان ترکیب نکل آئی بس آیندہ سے یہی کیا کرینگے کہ خوب جی بھر کے گناہ کئے پھر توبہ کرلی پھر گناہ کئے پھر توبہ کرلی کیونکہ توبہ کی شرط کے لئے شرط یہ ہے کہ اسوقت ہمیشہ کے لئے اس گناہ کے چھوڑنے کا پکا ارادہ ہو جس توبہ کے ساتھ آیندہ گناہ کرنے کا قصد بھی نہ ہو وہ توبہ مقبول نہیں اور توبہ کی یہ خاصیت سنکر کہ اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں یہ بیہودہ خیال کہ لاؤ خوب گناہ کریں اسیکو پیدا ہوگا جو نہایت بھدی طبیعت کا ہو اور بالکل ہی گیا گذرا ہو ورنہ جسکی طبیعت میں ذرا بھی سلامتی ہوگی اسکو تو اس سے تابعداری کا زیادہ جوش ہوگا۔ کہ

اللہ اکبر جب خداوند تعالٰے کا اسقدر رحم وکرم ہے تو ہم کو ہرگز مناسب نہیں کہ اسکی مخالفت
کریں خلاصہ یہ کہ حدیث میں مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ یعنی جس شخص نے گناہ کے بعد توبہ کرلی
وہ گناہ پر ہٹ کرنے والون میں نہیں ہے اور فرماتے ہین کہ گنہگار تو سب ہیں مگر ان میں
اچھے وہ ہین جو کہ اپنے گناہون سے توبہ کرتے رہتے ہیں پس اگر اتنی ہمت نہ ہو کہ ایک دم
سے سب گناہ چھوڑ دو تو توبہ کرنے سے تو ہرگز ہمت نہ ہارو بلکہ جو گناہ ہو جایا کرے اس سے
فوراً توبہ کرلیا کرو۔ اگر پھر ہو جائے پھر توبہ کرلو دیکھو ایک شخص بیمار ہوجاتے اور اسکو کوئی یہ رائے
دے کہ میان علاج سے کیا فائدہ آخر اسکے بعد پھر بھی تو یہ احتمال ہے کہ بیمار ہو جاؤگے تو
وہ اسکا یہی جواب دیتا ہے کہ میان اگر پھر بیمار ہونگے تو پھر علاج کرینگے آئندہ کی بیماری کے
اندیشہ سے موجودہ بیماری کا علاج کیون نہ کریں تو جو فتوی آپ کی عقل نے جسمانی مرض میں
دیا ہے وہ فتوی روحانی مرض میں کیوں نہیں ہوتا۔ پہلی حدیث مین حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے
وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ یعنی (جس نے گناہ کے بعد توبہ کرلی وہ گناہ پر ہٹ کرنے
والون میں نہیں) اگرچہ ایک دن میں ستر دفعہ توبہ ٹوٹ جائے اس نے تو بالکل ہی ناامیدی
کی جڑ کاٹ دی کہ توبہ کے ٹوٹنے سے پہلی توبہ بیکار نہیں ہوئی۔ اب پھر توبہ کرلو۔ ایک سبب
توبہ نہ کرنے کا یہ ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالٰے غفور رحیم یعنی مہربان بخشنے والے ہیں
ان کو ہمارے گناہ بخشدینے کیا مشکل ہیں لیکن صاحبو یہ جواب بدن کی بیماری میں کیون نہیں
دیا جاتا اور ان میں اسپر عمل کیون نہیں کیا جاتا کیا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ اس خیال سے
(کہ خدا تعالٰے غفور رحیم ہے وہ ہم کو تندرست کردیگا) جسمانی بیماریوں کا علاج نہ کیا ہو یا کوئی
شخص بتلا سکتا ہے کہ اس نے خدا کی رحمت پر بھروسہ کرکے زہر کھا لیا ہو کبھی نہیں بلکہ اگر
کوئی دوسرا یون کہے کہ میان خدا کی رحمت پر بھروسہ کرکے سنکھیا کھا جاؤ تو اسکو دیوانہ
بتلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ خدا کے غفور رحیم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ سنکھیا کھاؤ تو
نقصان نہ کرے بلکہ سنکھیا نقصان بھی کریگا اور خدا غفور رحیم بھی رہے گا اسیطرح گناہ سے
نقصان پہنچتا ہے لیکن اس سے خدا تعالٰے کے غفور رحیم رہنے میں کوئی کمی نہیں آتی۔
صاحبو خدا تعالٰے کا اس خبر دینے سے کہ ہم غفور رحیم ہیں مقصود یہ ہے کہ جو گناہ تم سے ہوگئے

۱۸ ایک سبب توبہ نہ کرنے کا یہ خیال ہو کہ خدا غفور ہے بخشدیگا

خدا تعالٰے کے غفور رحیم ہونے کے معنی کا بیان

ہیں انکی وجہ سے پریشان خاطر مت ہوا ور توبہ کو بیکار نہ سمجھو ہم ان سب کو معاف کر دینگے چنانچہ
حدیث میں ہے کہ جب حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم رسول ہوئے تو آپ نے اول مکہ کے
لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو لوگوں نے آکر عرض کیا کہ ہم آپ پر ایمان تو لے آئیں لیکن جو گناہ
ہم نے اس سے پہلے کئے ہیں ان پر تو ہم کو ضرور سزا ہوگی پس جب باپ دادا کا دین چھوڑا
بدنامی بھی اٹھائی اور آخرت کا عذاب بھی باقی رہا تو ہم کو فائدہ ہی کیا ہوا اسپر یہ آیت نازل
ہوئی۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ الآیہ۔ یعنی تم لوگ پچھلے گناہوں کا اندیشہ
نہ کرو، ہم غفور رحیم ہیں پچھلے گناہ بھی معاف کر دینگے اور اگلے بھی پس معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت
سے ان لوگوں کی ناامیدی کو دور کرنا ہے جو اسلام اور توبہ سے اس خیال پر رکتے تھے
کہ جب پہلے گناہوں پر عذاب ہوا تو اسلام اور توبہ سے کیا فائدہ وہ مقصود نہیں ہے۔ جو
لوگوں نے سمجھا۔ ایک سبب توبہ نہ کرنے کا یہ ہے کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں بلکہ زبان سے بھی
کہتے ہیں کہ جو تقدیر میں لکھا ہے جنت یا دوزخ وہ ضرور ہو کر رہے گا پھر نہ عبادت سے کچھ فائدہ
اور نہ گناہ سے کوئی نقصان۔ مگر تعجب یہ ہے کہ دنیا کے کاموں میں یہ خیال کیوں نہیں ہوتا
جیسے کمانا۔ کھانا۔ مال و دولت جمع کرنا۔ ان کاموں میں تقدیر کہاں چلی جاتی ہے ہم نے کسی کو
نہیں دیکھا کہ اس نے تقدیر کے بھروسہ پر کمانا چھوڑ دیا ہو یا کھانا نہ کھایا ہو یا کھیتی کرنی چھوڑ دی
ہو اور زمین میں بیج نہ بویا ہو کہ اگر تقدیر میں ہے تو خود یہ سب کام ہو جائینگے بلکہ اس موقع پر
تو یوں کہتے ہیں کہ صاحب تقدیر حق ہے لیکن تدبیر بھی تو کرنا چاہیئے بدون تدبیر کے کوئی
کام نہیں ہوتا۔ افسوس دنیا کے کاموں میں تو تدبیر کی ضرورت ہے اور دین کے کاموں
میں تدبیر کی ضرورت نہیں، حالانکہ قرآن شریف کی آیتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ دنیا کی ضرورتوں کی خدا تعالٰے نے ایک حد تک ذمہ داری بھی کی ہے فرماتے ہیں کہ زمین
پر جتنی چلنے پھرنے والی چیزیں ہیں ان سب کی روزی خدا تعالٰے کے ذمہ ہے اور آخرت
کے بارہ میں ذرا بھی ذمہ داری نہیں فرمائی بلکہ صاف ارشاد ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا
مَا سَعٰی۔ یعنی انسان کو صرف وہی ملے گا جو کچھ وہ کرے گا اور فرماتے ہیں کہ جو شخص اچھے
کام کرے گا اسکو نفع دینگے اور جو برے کام کرے گا وہ اسی کو نقصان پہنچائینگے مطلب

۱۹

اسکا یہ ہے کہ ہم بالکل وعدہ نہیں کرتے جو جیسا کریگا ویسا بھریگا۔ غرض دنیا کے کام کو تدبیر پر رکھنا اور آخرت کے کاموں کو تقدیر پر چھوڑ دینا سخت غلطی ہے کیونکہ آخرت کے کامون کی تدبیریں تو خدا تعالےٰ ہی نے بتلائی ہیں اگر وہ صرف تقدیر سے ہوجاتیں اور تدبیر کو اسمیں دخل نہ ہوتا تو تدبیرین تبلانے کی ضرورت کیا تھی اور دنیا کے کامون کی تدبیر بندے خود کرتے ہیں قرآن وحدیث میں انکے طریقے نہیں تبلائے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ایک حد تک بدون تدبیر کے بھی ہوسکتے ہیں۔ اسیطرح اور بہت باتیں توبہ سے روکنے والی ہیں گو یہاں سب بیان نہیں ہوئیں مگر اتنی ہی باتون میں غور کرنے کے بعد وہ بھی سمجھ میں آسکتی ہیں بس جبکہ توبہ سے روکنے والی چیزین معلوم ہوگئیں اور انکے علاج بھی معلوم ہوگئے تو جلدی سے انکو دور کرنا چاہیئے اور توبہ کر لینا چاہیئے دیر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ دیر کرنے میں اثر یہ ہے کہ پھر اکثر توبہ میسر ہی نہیں ہوتی یہ حالت ہوتی چلی جاتی ہے کہ آج ارادہ کرتا ہے کہ کل توبہ کرونگا اور جب کل ہوتی ہے تو پھر یہی ارادہ ہوتا ہے کہ کل کو کرونگا اسیطرح ٹالتے ٹالتے توبہ سے محروم رہجاتا ہے کیونکہ توبہ ندامت کا نام ہے اور ندامت کہتے ہیں جی بُرا ہوتے اور قصور پر شرمندہ ہونے کو اور شرمندگی اُسوقت ہوتی ہے جبکہ طبیعت پر اثر باقی رہے اور اثر تھوڑے دنوں کے بعد جاتا رہتا ہے تو جب شرمندگی ہی نہ رہی تو توبہ کیونکر نصیب ہوسکے گی غرض کبھی توبہ کرنے مین دیر نہ کرے بلکہ دن کے گناہون سے رات آنے سے پہلے توبہ کرلے اور رات کے گناہون سے دن ہونے سے پہلے۔

(۳) بعض باتیں توبہ سے روکنے والی اور بھی ذکر کردینے کے لائق ہیں چنانچہ ایک سبب حرام کمائی سے توبہ نہ کرنے کا یہ بھی ہے کہ لوگ یون سمجھتے ہیں کہ گناہ ہم سے چھوٹ نہیں سکتا کیونکہ ہم کھانے کمانے کی طرح طرح کی تدبیرون میں لگے ہوتے ہیں ان میں حلال وحرام کی تمیز بہت مشکل ہے ہان مولویون کو گناہ چھوڑ دینا بہت آسان ہے کیونکہ ان لوگون کو مفت کا ملتا ہے اسلئے یہ گناہ کو آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو میں آپ سے اسوقت سب گناہوں کو بالکل چھوڑ دینے کے لئے کہہ نہیں رہا کہ آپ سے کوئی گناہ کبھی ہو ہی نہیں بلکہ مین تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جب گناہ ہوجایا کرے تو توبہ

کرلیا کرو دوسرے اگر غور کرکے دیکھو تو کوئی ناجائز کمائی ایسی نہیں جسکو چھوڑ نہ سکو اور یہ جو ہکو
چھوڑنا دشوار معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے روزمرہ کے خرچون میں بعض
ایسی چیزین بڑہالی ہیں جنکی ہم کو کوئی ضرورت نہین لیکن ہم ان کو ضروری سمجہہ رہے ہیں تو اسکا
جواب وہی ہے جو کسی شخص نے ایک شاعر کو دیا تھا وہ یہ کہ ایک ادہورے شاعر نے ایک لفظ
کو بگاڑ کر شعر بنایا اور اسکا یہ عذر کیا کہ بغیر اس لفظ کے بگاڑے شعر کا وزن ٹھیک نہ ہوتا تھا
شعر کی ضرورت سے میں نے اس لفظ کو بگاڑا تو اس نے اسکو جواب دیا کہ شعر گفتن چہ ضرور
یعنی شعر ہی کہنے کی کونسی ضرورت ہے تو اگر تعلقات بڑہانے کی ضرورت سے گناہ ہوتے ہیں
تو میں کہتا ہون کہ تعلقات ہی بڑہانے کی کونسی ضرورت ہے اصل جواب تو یہی ہے لیکن یہ جواب
ان لوگون کے لئے ہے جو کہ بلند ہمت ہون اور دین کے مقابلہ مین دنیا کو فضیلت نہ دیتے
ہون اور کم ہمتون کیلئے دوسرا جواب بھی ہے مگر میں اس جواب کو زبان پر لاتے ہوئے ڈرتا
ہون اس خیال سے کہ کہیں کم سمجہہ لوگ اس سے گناہ کی اجازت نہ سمجہہ جائیں خوب سمجہہ لو گناہ
کی اجازت دینا ہرگز مقصود نہیں بلکہ گناہون کو کم کرنا منظور ہے۔ حاصل اس جواب کا یہ ہے
کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں کہ اگر ان کو نہ کیا جائے تو دنیا کا کوئی کام اٹکتا ہے
اور بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے مثلاً اسلامی
وضع کے خلاف لباس پہننا اگر اسکو ترک کردیا جائے تو دنیا کا کوئی بھی نقصان نہیں اسیطرح
ٹخنون سے نیچے پاجامہ پہننا کہ اسکے چھوڑنے سے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے یا جیسے
عورتیں اسقدر باریک لباس پہنتی ہین کہ اس میں پورے طور پر بدن نہیں ڈہکتا تو ان باتوں کو
اگر چھوڑ دیا جائے تو کوئی نقصان بھی نہیں ہے رشوت وغیرہ مین تو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ
بغیر انکے ہمارے کام چلنے دشوار ہیں لیکن ان بے لذت گناہون میں کیا نفع ہے اور انکے
چھوڑنے مین کیا نقصان ہے اسیطرح کسی لڑکے یا غیر عورت کو بری نظر سے دیکھنا کہ اسمین
کچھ بھی نفع نہیں نہ اسکے چھوڑ دینے مین کوئی حرج۔ اگر کہو کہ صاحب نہ دیکھنے میں تکلیف ہوتی
ہے تو یہ بالکل غلط ہے بلکہ دیکھنے میں ہوتی ہے کہ اوّل نظر پڑتے ہی دل میں ایک جلن
پیدا ہوئی اسکے بعد جب وہ نظر سے غائب ہوگیا تو اس جلن میں زیادتی شروع ہوئی یہانتک

۲۱

کہ بعض لوگون کا اسمین خاتمہ ہوگیا اور اگر مان بھی لیا جائے کہ نہ دیکھنے مین کچھ تکلیف ہوتی ہے تو تھوڑی سی تکلیف کا چند دنون کے لئے برداشت کرلینا کیا دشوار ہے اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ بہت ہی تکلیف ہوتی ہے تو میں پوچھتا ہون کہ آخر نقصان کیا ہوا۔ کیا اس سے تنخواہ بند ہوگئی یا کھانا بند ہوگیا کچھ بھی نہیں غرض ان گناہون کو تو فوراً چھوڑ دین اور جن گناہوں کی نسبت اپنے خیال میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ بغیر انکے دنیا کی حاجتیں پوری نہ ہونگی انکو اگر نہ چھوڑ سکیں تو روزانہ شرمندگی کے ساتھ گناہون کے معاف ہونے کی دعا کیا کریں اور یہ دعا بھی کیا کریں کہ اے اللہ ہم کو اس سے نجات دے یہ تو ممکن ہے اتنا ہی کرلیا کرو یہ بیفکری و بے پروائی تو بہت بُری چیز ہے کہ کچھ بھی نہ کیا جائے۔ ایک سبب توبہ نہ کرنیکا یہ بھی ہوتا ہے کہ گناہ کو لذیذ سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے اسکا ایک علاج تو یہ ہے کہ انجام پر نظر کرے اور سوچے کہ یہ ساری لذت ایک دن ناک کے رستے نکلے گی دوسرے سمجھدارون کے لئے اسکا یہ جواب ہے کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ گناہ مین لذت ہوتی ہے دیکھئے اگر عادت سے زیادہ مرچیں سالن میں ڈالدی جائیں تو اگرچہ ان میں لذت ہوگی لیکن اس لذت کیساتھ جلن ایسی ہوگی کہ اسکے سامنے لذت کچھ بھی نہ معلوم ہوگی اور اگر کسیقدر لذت معلوم بھی ہو تو لذت تو بہت تھوڑی دیر رہیگی جلن بہت دیر تک باقی رہیگی اسی طرح گناہ کرنے مین گو کچھ لذت بھی ہو لیکن جو پریشانی اور روحانی تکلیف گناہ مین ہوتی ہے اسکے مقابلہ میں یہ لذت کچھ بھی نہیں دوسرے اس لذت کا خاتمہ تو فوراً ہی ہوجاتا ہے اور اس روحانی تکلیف کا اثر مدت تک باقی رہتا ہے ہم کو اسکی طرف توجہ نہیں ورنہ معلوم ہوسکتا ہے کہ گناہ کرکے کسقدر طبیعت گندی ہوجاتی ہے اور کیسی وحشت پیدا ہوتی ہے کہ فوراً ہی گناہ کرنے والے کی طبیعت یہ فتوی دیتی ہے کہ تم نے بہت بُرا کام کیا کبھی اسکو وہ خوشی نصیب نہیں ہوتی جو نیکی کرکے ہوتی ہے مثلاً نماز پڑھکر یا روزہ رکھکر کہ اس سے دل میں ایک اطمینان اور ایک نور سا معلوم ہوتا ہے مگر گناہ کا اثر بالکل اسکے خلاف ہے کہ اسکے بعد یون معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے سر پر جوتیان ماردیں مگر افسوس ہے کہ ہم پھر بھی باز نہیں آتے گویا جوتیان کھانے کی عادت ہوگئی ہے۔ جیسے چمارونکی عادت ہوجاتی ہے اور یہ تکلیف تو اسیوقت

۲۲ ایک سبب توبہ نہ کرنیکا گناہ کی لذت ہے جسکا جواب اور علاج بیان گناہ کے نقصان دنیا میں بھی پہنچتے ہیں

ہوتی ہے پھر اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ دنیا ہی میں طرح طرح کی آفتیں مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اکثر رزق سے محروم ہو جاتا ہے اور اگر غور سے کام لیا جائے تو معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں گناہ کی سزا ہے ابن ماجہ شریف میں ہے کہ بندہ اپنے کئے ہوئے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور کھانے کو ملے بھی تو اسکی برکت بالکل جاتی رہتی ہے اسکے امتحان کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ دو مہینے کی رخصت لیکر اُن میں سے ایک مہینے کو کسی ایسے شخص کے پاس گذار دیجئے جو نہایت عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہو اور کسی گناہ سے نہ بچتا ہو اور دیکھئے ان گناہوں کی بدولت اسکے قلب کی کیا حالت ہے آخر بات چیت سے اسکی حالت کا پتہ لگ ہی جائیگا خاصکر اسوقت میں جبکہ اُسپر کوئی مصیبت آئے مثلاً بیمار ہو جائے یا کسی دشمن کی عداوت کا اندیشہ ہو ایسے وقت میں اسکی حالت کا اندازہ کیجئے اسکے بعد ایسے شخص کے پاس رہیئے جسے اچھی طرح کھانے کو بھی میسر نہ آتا ہو مگر خدا کا مطیع اور تابعدار ہو اسکے دل کی حالت دیکھئے خاصکر کسی مصیبت کے وقت اسکے بعد ان دونوں کی حالت کو ملا کر دیکھئے کہ خوشی کس کے دل میں ہے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ فاقہ مست تو ہر وقت خوش رہتا ہے اور یہ عیش والے ہر وقت رنج و غم میں رہتے ہیں اور یہ ایسا یقینی فرق ہے کہ جب چاہے اور جسکا جی چاہے امتحان کر دیکھے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ پریشانی کس چیز کی ہے اور وہ خوشی کس چیز کی ظاہر ہے کہ پریشانی گناہوں کی ہے اور وہ خوشی تابعداری کی ہے۔

بس یہ کہنا غلط ہوا کہ نافرمانی میں لذت ہے اور فرمانبرداری میں دقت ہے بلکہ معاملہ اسکے بالکل برخلاف ہے یعنی فرمانبرداری میں لذت ہے اور نافرمانی میں دقت ہے قرآن شریف میں فرمانبردار کے حق میں فرماتے ہیں کہ اسکو پاکیزہ زندگی عنایت کرینگے اور نافرمان کے حق میں فرماتے ہیں کہ اسکے لئے تنگ زندگی ہوگی۔ غرض تابعداری میں پوری راحت ہے اور راحت ہی کا نام عیش ہے۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر ایک بڑے امیر کو پھانسی کا حکم ہو جائے اور اس سے کہا جائے کہ تم اسپر راضی ہو کہ تمہاری یہ تمام دولت اس غریب کو دیدیں اور یہ تمہاری عوض پھانسی لیلے تو وہ ضرور قبول کرلے گا اب بتلایئے کہ یہ قبول کیوں ہوا فقط اسلیئے کہ دولت کے بدلے میں ایک بڑی مصیبت سے نجات ہوئی اور دل کو راحت نصیب ہوئی

۲۳

معلوم ہوا کہ عیش نام ہے راحت کا اور راحت خدا تعالےٰ کی تابعداری میں ہے نہ کہ گناہ میں پس یہ کہنا کہ لذت کی وجہ سے گناہ نہیں چھوٹ سکتے غلط ہوا یہانتک تو توبہ سے روکنے والی چیزون کا بیان تھا اور انکے علاجون کا ذکر تھا اب ایک مختصر سی فہرست اُن گناہون کی جنمین سب مبتلا ہیں بیان کرنا باقی ہے سو اول یہ سمجھئے کہ دین کے پانچ حصہ ہیں پہلا حصہ عبادات جیسے نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ۔ دوسرے معاملات جیسے بیچنا خریدنا روپے کے عوض پیسے لینا یا گوڑ ھپہ خریدنا یا نوکر رکھنا رشوت لینا سود لینا وغیرہ۔ تیسرے عقیدے کہ خدا کو ایک جاننا اور اسکو پوری قدرت والا ماننا۔ سیتلا[عہ] وغیرہ کے وہموں کو بیہودہ سمجھنا۔ چوتھے معاشرت کہ عادتیں کیسی رکھیں جو شریعت کے موافق ہین جیسے جب ملیں سلام کریں مصافحہ وغیرہ کریں۔ پانچوین اخلاق یعنی باطنی حالتون کا درست کرنا حسد بغض۔ کینہ۔ عداوت وغیرہ سے دل کو ناپاک کرنا بردباری۔ نرمی۔ خوش کلامی اپنے اندر پیدا کرنا یہ پانچ حصے دین کے ہیں ہمارے بھائیون نے دین نری عبادات کا نام رکھہ چھوڑا ہے اسکے علاوہ چارون حصون کو دین سے باہر سمجھتے ہین گویا انکے نزدیک بہت سی نفلیں پڑھ لینا گلے میں تسبیح ڈال لینا روزہ رکھہ لینا بس اسیکا نام دین ہے۔ بعض عبادات کے ساتھ عقیدے صحیح کرنے کو بھی دین سمجھتے ہیں۔ باقی معاملات اور عادات اور اخلاق کو کوئی شخص دین کے حصے سمجھتا ہی نہیں مگر خاص لوگ جنھیں خدا تعالےٰ نے اس غلطی سے بچا رکھا ہے وہ مستثنیٰ ہیں ورنہ اکثر لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے دُنیا کے کام ہین ان میں ہم جسطرح چاہیں کرین شریعت کو ان سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ یہ سب شریعت کے حصّے ہیں اسیطرح عقیدے بھی بہت لوگون کے درست نہیں ان پانچون حصون میں سے ہر حصہ کے بہت سے حکم ہیں مگر میں ہر ایک مین سے بطور نمونہ کے دو چار حکم بیان کرکے وعظ ختم کردونگا۔ اول عقیدے ہی لیجئے کہ ان میں سے بعض عقیدے عام لوگون کے بالکل غلط ہیں۔ جیسے عورتین بہت سی اچھی چیزون کو بُرا سمجھتی ہیں اور بہت سی بُری چیزون کو اچھا سمجھتی ہیں۔ مثلاً بعض دنون کو منحوس کہنا۔ چنانچہ اکثر عورتیں بدھ کے دن کو منحوس سمجھتی ہیں اور غضب ہے کہ بعض مرد بھی اس عقیدے میں انکے شریک ہیں

دین کے پانچ حصے ہیں

ہمارے بھائیون نے دین کے پانچ حصوں میں کا ایک حصہ لیا ۲۴

[عہ] سیتلا یہ ہے کہ چیچک کی بیماری یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھوت پلید کے اثر سے ہے ۱۲۔

(باقی آئندہ)

آپ میں یہ کمال ہے کہ نہ آپ متصل ہیں نہ منفصل کیونکہ اتصال و انفصال مادیات کی شان ہی
نہ مجردات کی بلکہ آپکے مناسب تو بیچونی و بیچگونی ہے اسلئے آپ بیچون و بیچگون ہیں نیز آپ
دریا اور منبع حیات ہیں اور ہم مچھلیاں اور آپ کے فیض سے زندہ نہ آپ کی کنہ ذات عقل میں
آسکتی ہے نہ آپ کو معلولیت کے سبب کسی علت سے اقتران ہے یعنی آپ کسی علت کے
معلول نہیں طوفان سے پہلے بھی اور طوفان کے بعد بھی اس تمام قصہ تبلیغ میں میری مخاطب
آپ ہی تھے اور اے نیا اور پرانا کلام عطا کرنیوالے میری گفتگو آپ ہی سے تھی نہ ان لوگوں نے
یعنی میری گفتگو درحقیقت تو انہیں سے تھی مگر چونکہ آپکی رضا کیلئے اور آپکے حکم کی تعمیل کیلئے
تھی لہذا آپ ہی سے تھی آگے مولانا اس استبعاد کو مثال سے دور کرتے ہیں جو اس کلام سے
پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گفتگو کسی سے ہو اور مخاطب کوئی اور ہو چنانچہ
فرماتے ہیں کہ دیکھو عاشق جو رات دن کبھی معشوق کے کھنڈروں کو مخاطب بناتا ہے اور کبھی
کوڑی کو تو وہ جو ظاہراً ان کھنڈروں وغیرہ کو مخاطب بناتا ہے تو تمہیں بتلاؤ کہ حقیقت میں یہ
تعریف کس کی ہے کیا ان کھنڈروں کی نہیں بلکہ معشوق کی کیونکہ وہ جسقدر اُنکی تعریف کرتا ہے
سب اُس معشوق کے تعلق کے سبب ہے لہذا درحقیقت وہ معشوق ہی کی تعریف ہی جب یہ
معلوم ہوگیا تو اب کچھ استبعاد نہ رہا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کی گفتگو کی طرف عود کرتے
ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں آپ کا بیحد شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے طوفان کو مسلط کرکے ان
بدبختوں کو ہلاک کردیا اور ان کھنڈروں کے واسطہ کو اٹھا دیا کیونکہ یہ لوگ مثل کھنڈر اور بڑے
پاجی اور بہت بُرے تھے کہ نہ جواب ہی دیتے تھے نہ صدائے بازگشت ہی ان سے پیدا
ہوتی تھی مجھے تو ایسے کھنڈروں اور وسائط کی ضرورت ہے کہ گفتگو میں پہاڑ کی طرح آواز
بازگشت سے جواب دیں یعنی میری پند و نصائح سے متاثر ہوں میری دعوت کی اجابت کریں
اور اس سے مجھے کوئی حظ نفس مقصود نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ آپ کے نام کو دوہرا سنوں
ایک مرتبہ اپنی زبان سے دوسری مرتبہ اُنکی زبان سے کیونکہ میں آپکی روح کو تسکین بخشنے والے
نام پر عاشق ہوں لہذا اسکے بار بار سننے کا اور زبان سے لینے کا شائق ہوں تمام انبیاء جو
پہاڑوں سے محبت کرتے ہیں اُنکی وجہ یہی ہے کہ وہ انکے ذریعہ سے آپکے نام کو دوہرا سنتے

ہین جب وجہ محبت یہ ہے تو جو پہاڑ پست ہین اور اسلئے کنکریلی زمین کے مشابہ ہیں کہ ان سے صدا بر آمد نہیں ہوتی وہ ہمارے مناسب نہیں ہین بلکہ وہ چوہون کے مناسب ہین یعنے جو لوگ دین میں ہماری موافقت نہ کرین وہ ہمارے مناسب نہیں بلکہ دُنیا دارون کے مناسب ہین کیونکہ مین تو کہتا ہون اور وہ میری موافقت نہیں کرتا اس لئے میری بات بلا جواب کے رہجاتی ہے ایسے پہاڑون یعنی لوگوں کیلئے تو یہی بہتر ہے کہ آپ انکو کھود کر زمین کے برابر کردین یعنی ان کو فنا کردیں کیونکہ وہ دوست نہیں ہیں ان کو تو رفیق فنا ہی چاہیئے جب حق سُبحانہ کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کامل اطاعت اور اُن کی قضا پر پوری رضامندی ظاہر فرمائی تو حق سبحانہ نے اُن کی یون عزت افزائی فرمائی اور یہ فرمایا کہ اے نوح چونکہ تم ہماری رضا کے تابع ہو اس لئے ہم بھی تمہاری رضامندی کا لحاظ کرینگے اگر تم کہو تو میں ابھی سب کو دوبارہ زندگی عطا کردون اور زمین میں سے اُن کو نکال لون میں کنعان کے لئے تمہاری دلشکنی نہ کرون گا لیکن مین اُسکی حالت تم کو بتلائے دیتا ہون اگر اسپر بھی تم یہی چاہو کہ کنعان زندہ ہو جاوے تو مین تمہاری خواہش کے پورا کرنے پر تیار ہوں اس پر انھون نے جواب دیا کہ مین کوئی ذاتی خواہش نہیں رکھتا میں تو آپ کی رضا کا تابع محض ہوں آپ نے جو کچھ کیا میں اسی پر رضامند ہون کیونکہ اگر آپ مجھے بھی غرق کردیں تو آپ کو شایان ہے اور میں اسپر بھی رضامند ہون بلکہ میں تو اسپر بھی رضامند ہوں کہ آپ مجھے ہر دم پیدا کریں اور ڈبوئیں۔ آپ کا حکم تو میری جان ہے بھلا میں جان کو کیسے ہلاک کرسکتا ہون اور اس حکم کے تبدیل کی درخواست کرکے اسے کیونکر فنا کرسکتا ہوں میرا مطمح نظر تو آپ ہی ہیں لہذا اول تو میں آپ کے سوا کسی پر نظر نہ کرونگا اور اگر کرونگا بھی تو وہ محض ایک آڑ ہوگا اور مقصود آپ ہی ہون گے مین تو حالت شکر اور حالت صبر یعنی تکلیف و راحت ہر دو حال میں آپ کے فعل پر عاشق ہون۔ مین کفار کی طرح مصنوع کا عاشق نہیں ہون۔

شرح شبیری

نوح علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو بلانا اور اُسکا سرکشی کرنا اور کہنا کہ میں پہاڑ پر چڑھکر بچ جاؤنگا اور تمہارا احسان سر پر نہ رکھونگا

ہین بیا در کشتیٔ بابا نشین — تا نہ گردی غرق طوفان اے مہین

یعنی (نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ) ارے آباپ کی کشتی میں بیٹھ جا تاکہ اے ذلیل طوفان میں غرق نہ ہو جاوے۔

گفت نے من آشنا آموختم — من بجز شمع تو شمع افروختم

یعنی وہ کنعان بولا کہ نہیں میں نے شناوری سیکھی ہے اور میں نے تمہاری شمع کے علاوہ ایک شمع جلائی ہے یعنی تم نے جو تدبیر نجات کی کی ہے اُسکے علاوہ میں نے اور تدبیر سوچی ہے اور وہ تدبیر یہی تھی کہ تیر کر بچنے کا قصد تھا تو نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہین مکن کین موج طوفان بلاست — دست و پا را آشنا امروز لاست

یعنی ارے ایسا مت کر کیونکہ یہ طوفان بلا کی موج ہے تو آج ہاتھ پاؤں کی شناوری معدوم ہے مطلب یہ کہ ان سے کام نہ چلے گا اسلئے کہ۔

باد قہرست و بلائے شمع کش   جز کہ شمع حق نمی پاید خمش

یعنی یہ قہر کی ہوا ہے اور بلائے شمع کش ہے بجز شمع حق کے اور کوئی نہیں ٹھیر سکتی تو خاموش رہ شمع سے مراد تدابیر نجات۔ مطلب یہ کہ یہ قہر حق کی ہوا ہے کہ یہ تمام تدابیر کو باطل کر دیتی ہے اور آج اُسکے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہاں جو تدبیر کہ حق تعالےٰ کی ارشاد کردہ ہو وہ اس ہوا میں قائم رہ سکتی ہے اور وہ تدبیر کشتی ہے کہ اسمین نجات مل سکتی ہے اسکے علاوہ اور کسی چیز سے آج نجات نہیں مل سکتی۔

گفت نے رفتم بران کوہ بلند   عاصم ست آن کہ مرا از ہر گزند

یعنی وہ بولا کہ نہین مین اُس بلند پہاڑ پر چلا جاؤنگا تو وہ پہاڑ مجھے ہر گزند سے بچانیوالا ہوگا یہ سُنکر پھر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہین مکن کہ کوہ کاہست این زمان   جز حبیب خویش را ندہد امان

یعنی ارے ایسا مت کر کہ یہ پہاڑ اسوقت ایک تنکے کی برابر ہے حق تعالےٰ سوائے اپنے محبوب کے کسیکو امن نہیں دیگا۔

گفت من کے پند تو بشنودہ ام   کہ طمع کردی کہ من زین دودہ ام

یعنی وہ بولا کہ مین نے تمہاری بات کب سُنی ہے کہ تم کو طمع ہو گی کہ میں اس خاندان سے ہوں۔

خوش نیامد گفت تو ہرگز مرا   من بری ام از تو در ہر دو سرا

یعنی مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم نہیں ہوئی میں تو تم سے دونوں جہان میں بری ہوں مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ تم کو یہ طمع ہو گی کہ مین تمہارے خاندان سے ہون اسلئے تمہاری مان لونگا۔ تو سُن لو کہ مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم ہوئی ہی نہیں تو آج کیا اچھی معلوم ہو گی لہذا مین

تمہاری بات کبھی نہ مانونگا نوح علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ۔

ہین مکن با ما کہ روز ناز نیست مر خدا را خویشی و انباز نیست

یعنی ارے ایسا ہمارے ساتھ مت کر یہ دن ناز کا نہیں ہے خدا کو قرابت اور شرکت نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو میرے اوپر ناز کر رہا ہے یہ گویا کہ حق تعالیٰ پر ناز ہے تو دیکھ تو سہی کہ آج ناز کا دن نہیں ہے بلکہ روز نیاز ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ کو تو کسی سے قرابت اور اُسکا تو کوئی شریک نہیں ہے کہ جو سفارش کرے تو مان لیں اسلئے بس ناز کم کر اور چلا آ۔

تا کنون کردی و ایندم نازکیست اندرین درگاہ کسے را ناز کیست

یعنی تو ابتک تو ناز کرتا رہا مگر یہ وقت نازک ہے اس درگاہ میں کسی شخص کو ناز کب ہی مطلب یہ کہ ابتک تو تو ناز کرتا رہا اور اسی وجہ سے تو نے میری نہ مانی مگر دیکھ یہ وقت نازک ہے اسمیں کسی کی نہیں چلتی اور درگاہ حق میں کسیکو ناز کب ہو سکتا ہے اسلئے کہ ناز ہوتا ہی اولاد کو یا قرابت دار کو یا بیوی کو یا آبا و اجداد کو اور وہاں یہ شان ہے کہ۔

۱۳

لم یلد و لم یولدست او از قدم نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم

یعنی وہ تو ہمیشہ سے لم یلد و لم یولد ہے نہ وہ باپ رکھتا ہے اور نہ فرزند اور نہ چچا۔

ناز فرزندان کجا خواہد کشید یا ز بابایان کجا خواہد شنید

یعنی وہ لڑکوں کا ناز کب کھینچیگا (جبکہ اُسکے لڑکا ہی نہیں) یا وہ والدین کی کب سنیگا (جبکہ اسکے والدین ہی نہیں ہیں) انکا تو ارشاد ہے کہ۔

نیستم مولود پیرا کم بناز نیستم والد جوانا کم گراز

یعنی میں مولود نہیں ہوں لہذا اے بڈھے تو ناز کم کر اور میں والد بھی نہیں ہوں تو اے جوان

اگر مت مطلب یہ کہ شاید کوئی بڈھا یہ سمجھے کہ میں تو نعوذ باللہ حق تعالے کا بزرگ ہون جو کھو بگا مان لینگے تو فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ مین کسیکا مولود نہیں ہون لہذا تم بھی اُمید مت رکھو کہ مجھ سے ناز کر کے بچ سکوگے اور شاید کسی جوان کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو اولاد میں ہیں کچھ نہ کہینگے جیسے کہ یہود کہتے ہیں تو یاد رکھو کہ فرماتے ہیں کہ مین کسیکا والد بھی نہیں ہون۔

نیستم شوہر نیم من شہوتی ناز را بگزار اینجا اے ستی

یعنی مین شوہر نہیں ہون اور مین شہوتی نہین ہوں تو اے عورت تو ناز کو اس جگہ چھوڑ دے مطلب یہ کہ اگر شاید کسی عورت احمق کو شبہ ہو تا کہ میں زوجہ حق ہون تو وہ بھی یاد رکھے کہ ارشاد ہے کہ مین کسیکا شوہر نہیں ہون لہذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی حق تعالے پر ناز نہیں کر سکتا بلکہ

جز خضوع و بندگی و اضطرار اندرین حضرت ندارد اعتبار

۱۴ یعنی سوائے خضوع اور بندگی اور اضطرار کے اس درگاہ میں اعتبار نہیں رکھتا بس جب یہ بات ہے تو نوح علیہ السلام نے کنعان سے فرمایا کہ تو ناز مت کر اسلئے کہ وہاں ناز کا کام ہی نہیں ہے ہان عاجزی اور نیاز کا کام ہے لہذا یہ کر تاکہ رستگاری ملے یہ سب سنکر وہ کہتا ہے کہ۔

گفت بابا سالہا این گفتہ باز می گوئی بجہل آشفتہ

یعنی بولا کہ اے بابا تو نے برسوں یہ کہا ہے اور پھر کہہ رہا ہے تو کیا جہل میں ملا ہے مطلب یہ کہ تو نے بہت کہا مگر مین نے نہ مانا تو اب پھر کہنا نعوذ باللہ جہالت ہے۔

چند ازینہا گفتہ باہر کسے تا جواب سرد بشنودی بسے

یعنی تم نے یہ باتیں ہر شخص سے کہی ہیں یہانتک کہ جواب سرد بہت سنے ہیں (مگر تم عجیب آدمی ہو کہ اس سے باز ہی نہیں آتے)

این دم سرد تو در گوشم نرفت ۔ خاصہ اکنون کہ شدم دانا و زفت

یعنی تمہاری یہ سرد باتیں میرے کان میں کبھی نہیں گئیں اور خاصکر جبکہ میں دانا اور قوی ہوگیا ہوں مطلب یہ کہ بچپن میں تو جبکہ مجھے عقل و ہوش بھی کم تھا میں نے تمہاری سُنی ہی نہیں تو اب تو میں خوب عاقل ہوگیا ہوں اب تو تمہاری کیا سنونگا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

گفت بابا چہ زیان دارد اگر ۔ بشنوی یکبار تو پند پدر

یعنی نوح علیہ السّلام نے فرمایا کہ ارے بابا کیا نقصان ہوجاویگا اگر تو ایک مرتبہ باپ کی نصیحت سُن لیگا مطلب یہ کہ فرمایا کہ خیر جو گذرا گذرا اب اگر ایک مرتبہ میری بات سن ہی لیگا تو یہ تو بتا کہ تیرا حرج ہی کیا ہوجاوے گا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنین میگفت او پند لطیف ۔ ہمچنان میگفت او دفع عنیف

یعنی وہ تو اسیطرح نصیحت لطیف فرما رہے تھے اور وہ بھی اسیطرح دفع سخت کر رہا تھا یعنی وہ نصیحت فرما رہے تھے اور وہ سختی سے انکار کر دیتا تھا۔

۱۵

نے پدر از نصح کنعان سیر شد ۔ نے دمے در گوش آن ادبیر شد

یعنی نہ تو والد کنعان کی نصیحت سے سیر ہوئے اور نہ کوئی بات اس ادبار والے کے کان میں گئی ادبیر امالہ ہے ادبار کا مراد اہل ادبار یعنی وہ برابر نصیحت فرماتے رہے مگر اس نے بھی کچھ سُنکر نہ دیا۔

اندرین گفتن بدند و موج تیز ۔ بر سر کنعان زد و شد ریز ریز

یعنی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ موج تیز نے کنعان کے سر پر حملہ کیا اور اسکو ریزہ ریزہ کر دیا۔

نوح گفت اے بادشاہ بردبار مر مرا خر مرد و سیلت برد بار

یعنی نوح علیہ السّلام نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے بادشاہ بردبار میرا گدھا مر گیا اور سیل بوجھہ کو لے گیا یہ ایک مثل ہے جب کسیکا بالکل خاتمہ اور فیصلہ ہوجاوے اسوقت بولتے ہیں مطلب یہ کہ بس اتبو بالکل فیصلہ ہوچکا ہے مگر ایک عرض یہ ہے کہ۔

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا کہ بیابد اہلت از طوفان رہا

یعنی آپ نے بارہا مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے اہل طوفان سے نجات پاوینگے۔

دل نہادم بر امیدت من سلیم پس چرا بربود سیل از من گلیم

یعنی مجھ سیدھے سادھے نے آپکی امید پر دل رکھا تو پھر مجھ سے کمبل کو سیل کیوں لے گیا کمبل سے مراد انکا لڑکا تھا مطلب یہ کہ آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ ہم تیرے اہل کو نجات دیدینگے تو پھر میرا لڑکا اس طوفان بلا میں کیون آگیا مقصود اس سے دُعا کرنا تھا اس قصہ کو قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا ہے وعدہ تو بیان ہے کہ ارشاد ہے کہ قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین و اھلك الا من سبق علیہ القول و من امن. یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اُس کشتی میں ہر ایک جانور کے ایک ایک نر و مادہ اور اپنی اہل کو بجز اُنکے کہ جن پر قول غرق سابق ہوچکا ہے اور دیگر مومنین کو سوار کرلو تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل ناجی ہے آگے دُعا نقل فرماتے ہیں کہ و نادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی و ان وعدك الحق و انت احکم الحاکمین۔ یعنی نوحؑ نے حق تعالےٰ کو پکارا کہ اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل ہی میں سے ہے اور آپ کا وعدہ حق ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں تو جب اہل میں سے ہی تو اسکو تو موافق وعدہ نجات ہونی چاہیئے اسپر جواب ارشاد ہوتا ہے کہ یا نوح انہ لیس من اھلك۔ یعنی اے نوحؑ وہ تمہاری اہل میں سے ہی نہیں ہے اہل سے نہ ہونے کی توجیہ تفاسیر میں مذکور ہے یہاں صرف اسقدر عرض کرنا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اول فرمایا تھا

۱۶

کہ تمہاری اہل نجات پاویگی مگر اُن میں سے وہ لوگ جن پر کہ قول غرق سابق ہو چکا ہے نجات نہ پاوینگے تو پھر نوح علیہ السلام نے کیوں دُعا کی جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ارشاد تو ہوا تھا مگر اسکی تفصیل نہ فرمائی تھی کہ کون ایسا ہے جو ناجی نہ ہوگا لہذا احتمال سب میں تھا تو اگرچہ کنعان کے کافر ہونے کی وجہ سے سبقت قول معلوم ہوتا تھا مگر یہ شبہ بھی تھا کہ شاید نجات پا جاتا۔ تو اسکی تفسیر میں ابہام رہا اسلیئے دُعا کی اسپر جواب یہی ملا کہ وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔

فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم۔ یعنی جس امر کا تمہیں علم نہیں ہے اسکا سوال مت کرو تو یہ نوحؑ کی غلطی نہ تھی بلکہ تفسیر میں ابہام تھا اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم قیام ساعۃ تھا مگر اسکا علم نہ تھا کہ کب قائم ہوگی اسیطرح یہ تو علم تھا کہ غیر مومنین اہل ناجی نہ ہونگے باقی یہ کہ وہ کون کون ہیں اسکا علم نہ تھا لہذا دعا کی تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ تم اسکا سوال مت کرو کہ جسمیں جانب مخالف کا بھی احتمال تھا۔ اس سے تو سوال ہی نہ کرنا چاہیئے تھا تو نوحؑ نے کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے کہ اعتراض پڑ سکے خوب سمجھ لو پس جب نوحؑ نے یہ عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ۔

۱۷

گفت او از اہل و خویشانت نبود خود ندیدی تو سفیدی از کبود

یعنی ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے (اُس) اہل میں سے نہ تھا (جسکا ناجی ہونا مقدر ہو چکا تھا) اور تم نے خود سفیدی کو کبود سے ممتاز نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ تم نے دونوں مین فرق نہیں کیا بلکہ سبکو اہل میں ہی داخل سمجھا حالانکہ جو کفار تھے وہ اس اہل میں داخل نہ تھے جنکی نجات کا وعدہ تھا اور وہ اہل مومنین ہی تھے اور جب یہ کنعان مومن نہ تھا تو یہ اس قابل ہی نہ تھا کہ اسکو نجات ملے بلکہ یہ تو اسی قابل تھا کہ یہ ہلاک کیا جاوے اسکی آگے ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

چونکہ در دندان تو کرم اوفتاد نیست دندان بر کنش ای اوستاد

یعنی جبکہ تمہارے دانت میں کیڑا پڑ گیا تو وہ دانت ہی نہ رہا اے استاد اسکو اکھاڑ دو۔

تا کہ باقی تن نہ گردد زار ازو گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو

یعنی تاکہ اُس سے باقی تن بھی خراب نہ ہوجاوے تو اگرچہ وہ تمہاری ملک ہے تم اس سے بیزار ہوجاؤ تو اسیطرح جبکہ یہ کنعان مومن نہ تھا تو اگرچہ یہ اولاد ہی کیون نہ ہو اس سے بیزار ہوجاؤ خوب کہا ہے کہ ؎

بیزار خویشی کہ بیگانہ از خدا باشد ✤ فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

جب یہ ارشاد ہوا تو نوح نے عرض کیا کہ۔

گفت بیزارم ز غیر ذات تو غیر نبود آنکہ او شد مات تو

یعنی نوحؑ نے عرض کیا کہ (اے اللہ) مین تیری ذات کے سوا (سب سے) بیزار ہوں اور جو کہ تیرا مطیع ہوگیا وہ غیر نہیں ہے صوفیہ کی اصطلاحات اکثر محاورات کے تابع ہوتی ہیں اور اُنکی اصطلاحات علوم منطقیہ کے موافق نہیں ہیں تو غیر محاورہ مین کہتے ہیں اسکو جو بے تعلق ہو مثلاً بولتے ہیں کہ فلاں شخص تو غیر نہیں ہے تو اس غیر سے مراد مقابل عین نہین ہے بلکہ اس سے مراد غیر تعلق والا ہے تو چونکہ نوحؑ کی اس دعاء سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انکو اپنی اولاد سے بہت محبت ہے اور بہت تعلق ہے اسلئے فرماتے ہیں کہ اے الٰہی میں تیری ذات کے سوا سب سے بیزار ہون اب یہان یہ شبہ ہوا کہ مومنین کے لئے تو آپ دُعا بھی فرماتے تھے لہذا فرماتے ہیں کہ جو کہ آپ سے تعلق رکھنے والا ہے اور آپ کا مطیع ہے وہ چونکہ غیر نہیں ہے اس لئے اس سے تعلق رکھنا گویا کہ تعلق بحق ہے۔

تو ہمے دانے کہ چونم با تو من بیست چندانم کہ با باران چمن

یعنی آپ تو جانتے ہین کہ میں آپ کے ساتھ کیسا ہون بیس ایسا ہون جیسا کہ بارش کے ساتھ چمن مطلب یہ کہ جس طرح کہ چمن کو باران کے ساتھ تربیت کا تعلق ہوتا ہے اُس سے کہیں زیادہ آپ سے مجھے تعلق ہے تو پھر میں کسی دوسرے پر کیون نظر کرونگا۔

زندہ از تو شاد از تو عائلے مغتذی بے واسطہ بے حائلے

یعنی آپ ہی سے زندہ ہوں اور آپ ہی سے شاد ہوں اور ایک محتاج ہوں اور بے واسطہ اور بے حائل کے غذا حاصل کرنے والا ہوں۔

متصل نے منفصل نے اے کمال　　بلکہ بیچون و چگونہ و اعتلال

یعنی نہ متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں اے کامل بلکہ بیچون و چگونہ اور علت و معلولیت کے مطلب یہ کہ صوفیہ کرام حق تعالےٰ اور بندہ کے درمیان میں صرف واسطہ صانعیت و مصنوعیت ہی نہیں کہتے اور وہ صرف واسطہ فی الاثبات ہی نہیں مانتے بلکہ یہ حضرات ایک اور واسطہ بھی مانتے ہیں جو کہ اسکے علاوہ ہے مگر اسکو یہ حضرات الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے صرف اشارات سے کام لیتے ہیں ہاں وہ وجدانی اور ذوقی امر ہے جسکو مکشوف ہو جاوے وہی اسکو معلوم کر سکتا ہی تو اسیطرح فرماتے ہیں کہ میں نہ تو آپ سے بالکل ہی متصل ہوں اور نہ منفصل ہوں اور میرے آپ کے درمیان میں نہ علیت اور معلولیت کا واسطہ ہے بلکہ وہ واسطہ ایسا ہے کہ جس کو الفاظ سے بیان کرنا مشکل ہے صرف مثالوں سے اسکو بیان کیا جا سکتا ہی لہذا اس کے آگے مثال فرماتے ہیں کہ

19

ماہیانیم تو دریائے حیات　　زندہ ایم از لطف اے نیکو صفات

یعنی ہم مچھلیاں ہیں اور آپ آب حیات ہیں تو ہم آپ ہی کے لطف سے زندہ ہیں اے نیکو صفات۔

تو نہ گنجی در کنار فکرتے　　نے بمعلولے قرین چون علتے

یعنی آپ کنار فکر میں بھی نہیں سما سکتے نہ آپ علت کی طرح کسی معلول کے قرین ہیں مطلب یہ کہ مخلوق میں اور آپ میں جو علاقہ ہے وہ علاقہ معلول و علت کا نہیں ہی نہ آپ فکر ناقص انسانی میں سما سکتے ہیں بلکہ آپ سب سے بالا و برتر اور ارفع ہیں سُبحانہٗ وتعالیٰ عمّا یصفون آگے فرماتے ہیں کہ۔

پیش ازین طوفان و بعد این مرا   تو مخاطب بودۂ در ماجرا

یعنی اس طوفان سے پہلے اور بعد اسکے (ہمیشہ) آپ ہی گفتگو میں میرے مخاطب رہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں نے جب کلام کیا ہے وہ سب آپ ہی کے لئے تھا اسلئے گویا کہ دوسرے سے کلام ہی نہیں کیا اور تمام کاموں سے آپ ہی مقصود تھے تو اور جس سے بھی کلام کیا یا واسطہ رکھا وہ درجہ مقصودیت کو نہیں پہونچا۔ اور اب بعد طوفان کے جب اور سب لوگ ہلاک ہو گئے ہیں آپ ہی میرے مخاطب ہیں۔

با تو مے گفتم نہ با ایشان سخن   اے سخن بخش نو و آن کہن

یعنی میں تو آپ سے ہی بات کرتا تھا نہ کہ اُن سے اے نئی بات کے بخشنے والے اور اُس پرانی کے مطلب یہ کہ درجہ مقصودیت میں تو ہمیشہ آپ ہی میرے مخاطب رہے ہیں باقی بظاہر اوروں سے جو گفتگو ہوئی تھی اسکی مثال دیتے ہیں کہ۔

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن   گاہ با اطلال و گاہے با دمن

یعنی کیا عاشق دن رات ٹیلوں اور جنگلوں سے باتیں نہیں کیا کرتا (جیسے کہ عرب کا قاعدہ تھا کہ کہتے ہیں کہ)

ایا منزلے سلمے سلام علیکما ❖ ہل الازمن اللائی مضین رواجع۔ مگر

روئے در اطلال کردہ ظاہرا   او کرا می گوید این مدحت کرا

یعنی ظاہرا تو وہ ٹیلوں میں توجہ کئے ہوئے مگر وہ یہ مدح کس کی کر رہا ہے کسکی۔ ظاہر ہے کہ مقصود اس سے مدح معشوق ہوتی ہے بس اسیطرح اگرچہ میں ان سے باتیں کرتا تھا مگر چونکہ آپ کے واسطے ہوتی تھیں لہذا گویا کہ آپ ہی میرے مخاطب ہوتے تھے لیکن۔

شکر طوفان را کنون بگماشتے   واسطہ اطلال را برداشتے

یعنی شکر ہے کہ آپ نے اب طوفان کو مقرر فرما کر اُن اطلال کے واسطے کو اٹھا دیا بس اُب بلا واسطہ آپ سے مناجات کرونگا)

زانکہ اطلال و لئیم و بدُ بدند نے ندائے نے صدائے میزدند

یعنی اسلئے کہ وہ صرف ٹیلے اور لئیم اور بد ہی تھے نہ وہ ندا کرتے تھے نہ صدا کرتے تھے مطلب یہ کہ پہاڑ مین اگر بولتا ہے تو وہ گونجتا ہے اور اس میں سے دوبارہ یہی آواز جو اس نے کی پیدا ہوتی ہے اور اُس سے اُنس ہوتا ہے مگر وہ ایسے تھے کہ میں تو آپ کا ذکر کرتا تھا اور ان میں حرکت بھی نہ ہوتی تھی اگر وہ بھی میرا ساتھ دیتے تو ان سے اُنس ہوتا اب تو بہتر ہوا کہ ہلاک ہو گئے۔

من چنان اطلال خواہم در خطاب کز صدا چون کوہ واگوید جواب

۲۱

یعنی مین تو خطاب کے لئے ایسے اطلال کو چاہتا ہون کہ صدا سے پہاڑ کی طرح جواب دیں۔

تا مثنٰے بشنوم من نام تو عاشقم بر نام جان آرام تو

یعنی تا کہ میں آپکا نام دوبارہ سنون۔ میں تو آپ کے نام جان آرام پر عاشق ہون۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ایسے واسطہ کی ضرورت ہے جو کہ میرا ساتھ آپکے ذکر مین دے تا کہ ایکمرتبہ تو میں آپ کا نام مبارک لون اور دوسری مرتبہ وہ آپ کا نام لے تو آپ کے نام کو میں دوبارہ سنون اور مجھے دونا مزہ آوے۔

ہر نبی زان دوست دارد کوہ را تا مثنٰے بشنود نام ترا

یعنی ہر نبی اسلئے پہاڑ کو دوست رکھتا ہے تا کہ آپکے نام مبارک کو دوبارہ سنے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پہاڑ مین گونج پیدا ہوتے سے جو الفاظ کہ متکلم بولتا ہے ویسی ہی آواز اس میں سے بھی نکلتی ہے تو اسی لئے انبیا علیہم السلام پہاڑون میں رہنا پسند کرتے ہیں تا کہ وہ ذکر کرین

اور اُس مین سے دوبارہ ویسی ہی آواز پیدا ہونے سے انکا دوہرا لطف آتا ہے انبیاء کا پہاڑ کو محبوب رکھنا کہین منقول تو ہے نہیں مگر انکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول ان حضرات کو خلوت پسند ہوتی ہے تو وہ اکثر غارون اور پہاڑون میں ہی قیام کرتے ہیں باقی اسمین اس مصلحت کا ہونا یہ صرف ایک نکتہ ہے تو بس واسطہ ایسا ہو جو کہ انکے ساتھ وہ بھی ذکر حق کرے۔

آن کہ پست مثال سنگلاخ　　　موش را باید نہ مارا درمناخ

یعنی وہ پہاڑ سنگلاخ کی طرح موش کو قیام گاہ کے لئے چاہیئے نہ ہم کو مطلب یہ کہ جسمین سے کہ آواز پیدا نہ ہو اور وہ ذکر میں ساتھ نہ دے ایسے واسطہ کی ضرورت تو دنیا دارون کو جو کہ عالم ناسوت میں رہکر پستی میں پڑے رہنے میں موش کی طرح ہیں ضرورت ہے باقی ہمیں ایسے لوگون کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ۔

۲۲

من بگویم او نگردد یار من　　　بے صدا ماندم و گفتار من

یعنی میں تو کہتا ہون اور وہ میرا ساتھ نہیں دیتا تو میری بات اور گفتار بھی بے صدا کے رہجاتی ہی یعنی وہ جوش اور شوق میرے اندر بھی نہیں رہتا اسلئے کہ انکو دیکھکر طبیعت مرجھا جاتی ہے۔

باز مین آن بہ کہ ہموارش کنے　　　نیست ہمدم با عدم یارش کنے

یعنی یہ بہتر ہے کہ آپ اسکو زمین کے ہموار کردین اور وہ ہمدم نہیں ہے تو اسکو عدم کے ساتھ مقرون فرمادین مطلب یہ کہ ایسے کو تو ہلاک کر دینا ہی بہتر ہے یہانتک حضرت نوح ع کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ انکو رنج ہے مگر حق تعالٰے کے سامنے سب کو ہیچ سمجھے ہوئے ہیں اسلئے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

گفت ای نوح ار تو خواہی جملہ را　　　حشر گردانم بر آرم از ثری

یعنی فرمایا کہ اے نوحؑ اگر تم چاہو تو مین سب کو زندہ کردون اور زمین سے نکال دون۔

بہر کنعانے دل تو نشکنم لیکت از احوال آگہ مے کنم

یعنی مین ایک کنعان کے واسطے تمہاری دل شکنی کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ کو احوال سے آگاہ کرتا ہون یعنی آپ کو بتا دیا ہے ورنہ آپ کی دل شکنی منظور نہیں ہے اگر آپ کہیں تو سب کو زندہ کردون۔ اللہ اکبر کیا رحمت ہے اور کیسی شفقت ہے اور دوسری طرف رضا اور تسلیم اور انقیاد ملاحظہ ہو کہ یہ سُنکر حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ۔

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا ہم کنی غرقہ اگر باید ترا

یعنی انھون نے عرض کیا کہ نہیں نہیں میں تو راضی ہون کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بھی غرق کردیں۔

۲۲۳

ہر زمانم غرقہ مے کن من خوشم حکم تو جانست چون جان میکشم

یعنی آپ مجھے ہر گھڑی غرق فرما دین آپ کا حکم تو جان ہے میں اسکو جان کی طرح کھینچتا ہون۔

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم او بہانہ باشد و تو منظرم

یعنی میں کسیکو نہیں دیکھتا اور اگر دیکھون بھی تو وہ بہانہ ہوگا اور آپ میرے منظر ہونگے۔

عاشق صنع توام در شکر و صبر عاشق مصنوع کے باشم چو گبر

یعنی میں تو آپکے افعال کا شکر وصبر کے ساتھ عاشق ہون اور میں بُت پرست کی طرح مصنوع کا عاشق کب ہونگا تو یہ اغراق وغیرہ تو آپ کا فعل ہے اسپر تو مین راضی اور خوش ہون اور یہ اولاد اور دوسرے لوگ سب مصنوع ہیں تو اُن کو بحیثیت مصنوعیت کے مقصود نظر سمجھنا تو کفر ہے لہذا میں ان پر ہرگز نظر نہیں کرتا مولانا فرماتے ہین کہ۔

عاشق صنع خدا با فر بود عاشق مصنوع او کافر بود

یعنی افعال حق کا عاشق تو باعزت ہوتا ہے اور انکے مصنوع کا عاشق کافر ہوتا ہے اسلیئے کہ جب اس نے مصنوع کو مقصود سمجھا تو لامقصود الا اللہ کے درجہ میں یہ شخص کافر ہوگا اور فرماتے ہیں کہ

درمیان این دو فرقے بس خفی است خود شناسد آنکہ در رویت صفیست

یعنی ان دونوں کے درمیان میں فرق بہت خفی ہے وہ شخص خود جانتا ہے جسکی نظر میں صفائی ہے مطلب یہ کہ مصنوع اور صنع پر نظر کرنا اور ان میں پھر مقصودیت نہ ہونا ایسا امر ہے کہ جو محض مخفی ہے اور وجدانی امر ہے اسکو وہی سمجھ سکتا ہے جسکو مکشوف ہوگیا ہے۔ آگے دو حدیثوں کے درمیان توفیق بیان فرماتے ہیں جسکا اول حاصل سمجھ لو کہ ایک تو حدیث ہے کہ الرضاء بالکفر کفر۔ کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور دوسری حدیث ہے کہ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی۔ یعنی جو کہ میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے اسکو چاہیئے کہ کوئی دوسرا رب تلاش کرلے تو ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی شئے پر حکم کسی حیثیت کے اعتبار سے ہوتا ہے تو محکوم علیہ وہ حیثیت ہوا کرتی ہے بس اب سمجھو کہ کفر من حیث ہو مخلوق اللہ و فعل اللہ تو حسن ہے اور من حیث ہو فعل العبد قبیح و مذموم ہے اور بحیثیت فعل حق ہونیکے تو کفر قضا ہے اسپر تو راضی رہنا اور اسکو حسن سمجھنا فرض ہے مگر بحیثیت اسکے فعل عبد ہونے کے قضا نہیں ہے بلکہ مقتضی ہے تو اسکو حسن سمجھنا اور اسپر راضی رہنا ضروری نہیں ہے تو اب یہ کہنا کہ من لم یرض بقضائے الخ بھی صحیح ہے اور الرضاء بالکفر الخ بھی صحیح ہے کہ کفر پر بحیثیت قضا ہونے کے تو راضی رہنا فرض کہ وہ فعل حق ہے اور اس درجہ میں وہ حسن ہے مگر فعل عبد کی حیثیت سے تو وہ قضا ہے ہی نہیں وہ تو مقتضی ہوگیا اب وہ حسن نہیں رہا۔ خوب سمجھ لو اب اشعار سے بھی سمجھ لو۔

(باقی آئندہ)

وهو حمل الاثبات على
مطلق الروية والنفي
على الادراك بالكنه وهكذا
يكون يوم القيمة وهذه الروية
في هذه الحيوة من خواص نبينا
صلى الله عليه وسلم بدليل النصوص
الاخر المخالفة للروية قبل الموت ام
والعبارات المندرجة
مني ابتدأت بقولي قلت
وانتهت بقولي ام والباقي
من العراقي-)

الحديث حديث انس
اذا احب الله عبدا
لم يضره ذنب والتائب
من الذنب كمن لا
ذنب له ذكره
صاحب الفردوس ولم
يخرجه ولده في
مسنده **ف** صريح
في ابطال مذهب
الاباحة والا لم يكن ذنبا

اور وہ طریق یہ ہے کہ اثبات کو مطلق رویت
پر محمول کیا جاوے اور نفی کو ادراک بالکنہ پر اور
قیامت میں بھی رویت ایسی ہی ہوگی اور یہ رویت
اس حیات میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے خواص میں سے ہے بدلیل دوسرے
نصوص کے جو رویت قبل الموت کو ممتنع قرار
دے رہی ہیں اور درمیان درمیان کی عبارتیں
میری بڑھائی ہوئی ہیں جو اس لفظ سے
شروع ہوتی ہیں کہ میں کہتا ہوں اور اس لفظ
پر ختم ہو جاتی ہیں کہ اھ یعنی انتہے اور باقی عبارت
عراقی کی ہیں)

۱۳۷

حدیث جب اللہ تعالے کسی بندہ سے
محبت کرتے ہیں اسکو کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا
اور گناہ سے توبہ کرنیوالا اوسکے مشابہ ہے
جس کے پاس کوئی گناہ ہی نہیں ذکر کیا اس کو
صاحب فردوس نے اور ان کے ولد نے
اسکو مسند الفردوس میں تخریج نہیں کیا۔

ف یہ فرقہ اباحیہ کے مذہب کے ابطال میں
صریح ہے (جو کہتے ہیں کہ بعد تقرب کے معاصی بھی
مباح ہوجاتے ہیں) ورنہ وہ گناہ ہی نہ رہتا اسکے
اسکو گناہ فرمانا صاف اباحۃ کی نفی کر رہا ہے)

ابطال مذہب الاباحیہ

اما لعدم الضرر
فاما لعدم لحوقه
ويجعل ما بعده
مقابلا له واما
لتوفيق التوبة
ويجعل ما بعده
مفسرا له واما لغلبة
الحسنات ويجعل
ما بعده مستقلا
في مقصوده
قلت وكذا (۱۳۸)
حديث فقد
غفرت
لكم في اهل
بدر قال
الشيخ الاكبر
فيه لم يقل
ابحت
لكم او
احللت
لكم

باقی ضرر نہ کرنا اوسکی وجہ یا یہ ہے کہ گناہ اس سے لاحق ہی نہیں ہوتا (یعنی اس سے گناہ کا صدور ہی نہیں ہوتا تاکہ ضرر پہنچا سکے) اور (اس صورت میں) اس کا مابعد اس کا مقابل ہوگا (یعنی بعض وہ ہیں جن سے گناہ ہی نہیں ہوتا اور بعض ان کے مقابلہ میں وہ ہیں جن سے گناہ ہوتا ہے مگر توبہ کر کے ایسے ہو جاتے ہیں جن سے نہیں ہوا۔) اور یا (عدم ضرر) توفیق توبہ کی وجہ سے ہے اور (اس صورت میں) اس کا مابعد اس کا مفسر ہو جائیگا (یعنی عدم ضرر کی تفسیر یہ ہے کہ وہ توبہ کر لیتا ہے) اور یا (عدم ضرر) غلبۂ حسنات کے سبب ہے (جس سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے) اور (اس صورت میں) اسکا مابعد اپنے مقصود میں مستقل ہو جائیگا (نہ مقابل ہوگا نہ مفسر ہوگا) نیز میں کہتا ہوں کہ اسی طرح اہل بدر کے باب میں جو حدیث میں ہے فقد غفرت لکم وہ بھی (ابطال اباحت کی دلیل ہے چنانچہ) شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اوس حدیث (سے استدلال) میں کہا ہے کہ (حدیث میں غفرت لکم فرمایا ہے جو خود دلیل ہے اوس فعل کے ذنب ہونے کی) ابحت لکم یا احللت لکم نہیں فرمایا۔ (جو اباحت پر دال ہو۔)

الحديث لا يتمنين احدكم
الموت لضر نزل به متفق عليه
من حديث انس ف دل هذا
التقييد على الاذن بالتمني شوقا
الى لقاء الله ونقل عمن
لا يحصى

الحديث روى ابو نعيم
في الحلية المرفوع
منه من حديث
عمرؓ ان سالما
يحب الله حقا
من قلبه وفي
رواية له ان سالما شديد
الحب لله عز وجل لو لم
يخف الله عز وجل
ما عصاه وفيه عبد الله
بن لهيعة ف فيه ان
الاصل في ترك المعصية
هو الحب واما الخوف فرد
والجملة يعتني المحققون
بالقاء المحبة في قلوب الطالبين

تمنی الموت شوقا
تمنی موت شوقا

حدیث تم میں کوئی شخص موت کی تمنا
نہ کرے کسی تکلیف کے سبب جو اسپر نازل ہو روایت
کیا اسکو شیخین نے انسؓ کی حدیث سے ف
یہ قید (لضر) اسپر دال ہے کہ شوق لقاء الٰہی
کے سبب جو موت کی تمنا ہو اوسکی ممانعت
نہیں اور یہ بیشمار بزرگوں سے منقول ہے۔

حدیث ابونعیم نے حلیہ میں اس کا
مرفوع حصہ حضرت عمرؓ کی حدیث سے روایت کیا
ہے کہ سالم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے محبت رکھتے
ہیں اور اون کی ایک روایت میں ہے
کہ سالم کو اللہ تعالیٰ سے بہت شدید محبت ہے
(حتی کہ) اگر انکو اللہ عزوجل کا خوف بھی نہ ہوتا
تب بھی یہ اوس محبت کے سبب اللہ تعالیٰ
کی نافرمانی نہ کرتے اور اسکی سند میں عبداللہ
بن لہیعہ ہے (جو ضعیف ہے) ف اس
حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ اصل (موثر)
ترک معصیت میں محبت ہی ہے رہا خوف
سو وہ (اس تاثیر میں) اوس (محبت)
سے بعد کے درجہ میں ہے اور اسی وجہ سے
محققین اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ
طالبین کے قلوب میں محبت کا القا کریں۔

۱۳۹

الاعتناء بالحب فوق الاعتناء بالخوف
اہتمام محبت از اہتمام خوف

الحدیث قال اللہ انا اللہ لا الہ الا انا من لم یصبر علی بلائی الحدیث الطبرانی فی الکبیر وابن حبان فی الضعفاء من حدیث ابی ھند الداری مقتصرا علی قولہ من لم یرض ویصبر علی بلائی فلیلتمس ربا سوای واسنادہ ضعیف **ف** صریح فی وجوب الصبر والرضا۔

حدیث حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص میری بلا پر صبر نہ کرے الحدیث (احیاء میں اس حدیث میں یہ بھی ہے اور میری نعمتوں کا شکر نہ کرے اور میری قضاء پر راضی نہ ہو الخ) روایت کیا اسکو طبرانی نے کبیر میں اور ابن حبان نے ضعفاء میں ابی ھند داری کی حدیث سے جسمیں صرف یہی قول ہے کہ جو شخص میری بلا پر صبر و رضا نہ کرے (اس میں شکر کا مضمون نہیں) اوسکو چاہیئے کہ میرے سوا کسی اور رب کو تلاش کرے اور اسناد اسکی ضعیف ہے **ف** یہ حدیث صریح ہے وجوب صبر و رضا میں (جو کہ مقامات سلوک میں سے ہیں)

140 الرضاء والصبر من مقامات السلوک

الحدیث الدال علی الشر کفاعلہ ابو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث انس باسناد ضعیف **ف** صریح فی النھی عن التسبب للشر قولا کان او فعلا لعموم الدلالۃ لھما ومن ثم تری اھل الخشیۃ یحبون الخمول لئلا یتاسی بھم

حدیث دلالت کرنے والا شر پر مثل اوسکے کرنیوالے کے ہے روایت کیا اسکو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں اسناد ضعیف ہے **ف** صریح ہے تسبب للشر سے ممانعت میں خواہ قول ہو یا فعل کیونکہ لفظ دلالت دونوں (کے تسبب) کو عام ہے اور اسی وجہ سے تم اہل خشیت کو دیکھتے ہو کہ گمنامی کو پسند کرتے ہیں تاکہ کوئی اُن کا ایسے امر میں اقتدا

النھی عن التسبب للشر

فيما عسى ان يضر بالدين ولم تقبل نظرهم الى ضرره۔

الحديث حديث جابر يبعث كل عبد على ما مات عليه رواه مسلم ف لما كان الموت غير موقت وكان البعث على ما مات فلاجله ترى القوم يعتنون اشد اعتناء باصلاح ظواهرهم وبواطنهم كل وقت

الحديث من تطيب لله جاء يوم القيمة وريحه اطيب من المسك الحديث ابو الوليد الصفار في كتاب الصلوة من حديث اسحق بن ابي طلحة مرسلا ف فيه اصل لما قد سمعت شيخي ان نيتنا في التطيب نستحسن في نظر الله تعالى

نکرنے پاوے جسمیں یہ احتمال ہو کہ وہ دین کو مضر ہوا ور ان کی نظر اس کے ضرر (فی الدین) تک نہ پہونچی۔

حدیث جابر رض کی حدیث کہ ہر بندہ اوسی حالت پر مبعوث ہوگا جس پر مرا ہے روایت کیا اسکو مسلم نے **ف** چونکہ موت کا کوئی وقت نہیں اور بعث ہوگا موت کی حالت میں اسی لیے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اپنی اصلاح ظاہر و باطن کا ہر وقت شدت سے اہتمام رکھتے ہیں۔

حدیث جو شخص اللہ کے لیئے خوشبو لگائے وہ قیامت میں اس حالت میں آویگا کہ اسکی خوشبو مشک سے زیادہ پاکیزہ ہوگی روایت کیا اسکو ابو الولید صفار نے کتاب الصلاۃ میں اسحق بن ابی طلحہ کی حدیث سے مرسلا **ف** اسمیں اس مضمون کی اصل ہے جو میں نے اپنے شیخ رحمہ سے سنا ہے کہ ہماری نیت تو خوشبو لگانے میں ہوتی ہے کہ کہ ہم اللہ تعالی کی نظر میں اچھے معلوم ہوں کیونکہ جو چیز واقع میں اچھی ہے وہ خدا تعالی کو بھی اچھی ہی معلوم ہوتی ہے اس لیئے کہ اونکا علم مطابق واقع کے ہے اور اللہ ہی او رسب نیک نیتیں بھی اصل ہو گئیں

الحديث نية المومن خير من عمله الطبرانی من حديث سهل بن سعد ومن حديث النواس بن سمعان وكلاهما ضعيف **ف** والوجه فيه ان النية لا يحتمل لغائلة والعمل يحتملها ومن ثم ترى القوم ينظرون الى مناشى الاعمال ما لا ينظرون الى الاعمال۔

اعنی ان النیة فوق العمل
اعنی نیت فوق العمل

الحديث ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح سائر الجسد متفق عليه من حديث النعمان بن بشير **ف** صريح فی كون اصلاح القلب اصل مدار الاصلاح والمسئلة كانها روح الفن

۱۴۲

کون القلب مناط الاصلاح
بودن قلب مدار اصلاح

حدیث نیت مؤمن کی زیادہ بہتر ہے اُس کے عمل سے روایت کیا اسکو طبرانی نے سہل بن سعد کی حدیث سے اور نواس بن سمعان کی حدیث سے اور دونوں کے دونوں ضعیف ہیں **ف** اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نیت میں کوئی آفت کا احتمال نہیں (کیونکہ اوسپر کسیکو اطلاع ہی نہیں) اور عمل میں اسکا احتمال ہے (مثلاً ریاء وغیرہ) اور اسیوجہ سے تم اس جماعت (صوفیہ) کو دیکھتے ہو کہ مناشی اعمال پر اس قدر نظر کرتے ہیں کہ عمل پر اوسقدر نہیں کرتے (اور منشاء عمل وہی نیت ہے)

حدیث بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ جب سنور جاتا ہے تو تمام جسد سنور جاتا ہے (مراد قلب ہے کہ اوسکی اصلاح سے تمام جسد کے اعمال درست ہو جاتے ہیں) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے نعمان بن بشیر کی حدیث سے **ف** یہ حدیث صریح ہے اسمیں کہ اصلاح قلب اصل مدار ہے تمام اصلاح کا اور یہ مسئلہ گویا فن کی روح ہے۔ (باقی آئندہ)

تنبیہ متعلق مابعد

حدیث آیندہ یعنی مصعب بن سعد کی حدیث رسالہ ہذا ہی کا جزو ہے مگر اوس کے مدلول کے مہتم بالشان ہونے کے سبب اسکو مستقل رسالہ کی شکل میں لکھدیا گیا ہے اِس کا مابعد اوس کے ماقبل ہی کی صورت میں رکھا گیا ۱۲۔

حاشیہ حکایت (۱۱۲) قولہ اسحاق کا بیٹا ہے اقول مادر زاد اولیاء کی یہی شان ہوتی ہے (**رشت**)

(۱۱۳) خانصاحب نے فرمایا کہ حافظ محمد حسین مراد آباد کے رہنے والے ایک شخص تھے جو مولوی امانت علی صاحب امروہی کے مرید تھے انھوں نے حاجی صاحب کو خط لکھا اور اسمیں لکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے حب عقلی کو حب عشقی پر ترجیح دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ حب عشقی وصل کے بعد مضمحل ہو جاتی ہے مگر حب عقلی وصل میں اور زیادہ بڑہتی ہے اور اسیطرح شکر کو صبر پر ترجیح دی ہے حضور کا اسمیں کیا مسلک ہے حاجی صاحب نے اس خط کا تقریباً ڈیڑھ جزو میں جواب لکھا اور جواب میں حب عشقی کو حب عقلی پر ترجیح دی اور لکھا کہ حب عشقی نامتناہی ہے اور حب عقلی متناہی اور وجہ اسکی یہ تحریر فرمائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً۔ یہ حب عقلی تھی اور اس سے اسکی تناہی ظاہر ہے اور ترجیح صبر کے متعلق تحریر فرمایا کہ حق تعالےٰ صابرین کے متعلق فرماتے ہیں ان اللہ مع الصابرین اور شاکرین کے متعلق فرماتے ہیں لئن شکرتم لازیدنکم۔ اور معیت حق اور زیادت نعمت میں فرق ظاہر ہے غرض اس بحث کو حاجی صاحب نے نہایت مفصل تحریر فرمایا تھا اور میں نے اس خط کی نقل بھی لے لی تھی اسی لئے اسکے مضامین مجھے محفوظ تھے نہیں رہے مگر وہ نقل میرے پاس سے ضائع ہوگئی اُسکے بعد مین نے مراد آباد میں تلاش کیا تو مجھے وہان بھی نہ ملا خیر حاجی صاحب نے اس خط کو تمام فرما کر مولانا گنگوہی کو سنایا اس مجلس میں حافظ عطاء اللہ اور مولوی عبد الکریم منشی تجمل حسین (حاجی صاحب کے بھتیجے) بھی موجود تھے مولانا گنگوہی نے حاجی صاحب کے جواب کو نہایت پسند فرمایا اُسکے بعد جب مولانا اس مجلس سے اُٹھے تو منشی تجمل حسین صاحب نے مولانا سے دریافت کیا کہ حضرت آپ فرمائیں۔ آپ کے نزدیک حاجی صاحب کا مضمون اچھا ہے یا مولوی اسمٰعیل صاحب کی صراط مستقیم کا آپ نے فرمایا دونون بہت اچھے ہیں اسکے بعد جب مولانا طواف کرکے حطیم میں بیٹھے تھے تو منشی تجمل حسین نے پھر پوچھا کہ حضرت اچھے تو بیشک دونوں ہیں مگر آپکے نزدیک ان دونون میں کون زیادہ اچھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حب عشقی میں سب باتیں ہیں مگر ایک بات

۲۲۵

یہ ہے کہ اسمین انتظام نہیں اور اسلئے حدود شرعیہ اسمیں ملحوظ نہیں رہتیں اس بناء پر میں جبتک اعمال کی ضرورت ہے اسوقت تک تو حب عقلی کو پسند کرتا ہوں اور جب انتقال کا وقت ہو اسوقت غلبہ حب عشقی کو پسند کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۱۳) قولہ تناہی ظاہر ہے اور حب عشقی کے غیر متناہی ہونے کی دلیل احقر نے خود حضرت حاجی صاحب سے سُنی ہے ؎ عشق دریائے ست قعرش ناپدید ہوا وصل میں مضمحل ہو جانا حب عشقی کا اسوقت ہے کہ جب حسن و جمال محبوب کا متناہی ہو اور عشق حقیقی میں یہ ہے نہیں پس وہاں ایسا نہیں **قولہ** دونوں بہت اچھے ہیں **اقول** اور فیصلہ بھی بہت ہی اچھا ہے (**ش ت**)

(۱۱۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمود حسن صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولوی مظفر حسین صاحب کہیں تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں ایک بڈھا ملا جو بوجھ لئے ہوئے جاتا تھا بوجھ کیقدر زیادہ تھا اس وجہ سے اس سے مشکل سے چلتا تھا مولوی مظفر حسین صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو آپ نے اس سے بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لیجانا چاہتا تھا وہاں پہونچا دیا اُس بڈھے نے ان سے پوچھا کہ اجی تم کہاں رہو انھوں نے کہا بھائی میں کاندھلہ رہوں اُس نے کہا وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں غرض بہت تعریفیں کیں مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ اور تو اسمیں کوئی بات نہیں ہے ہاں نماز تو پڑھ لے ہے اس نے کہا واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں ٹھیک کہتا ہوں وہ بڈھا انکے سر ہو گیا اتنے میں ایک شخص آ گیا جو مولوی مظفر حسین صاحب کو جانتا تھا اُس نے اس بڈھے سے کہا کہ بھلے مانس مولوی مظفر حسین یہ ہی تو ہیں اس پر وہ بڈھا ان سے لپٹ کر رونے لگا مولوی صاحب بھی اسکے ساتھ رونے لگے۔

۲۲۶

حاشیہ حکایت (۱۱۴) قولہ اُس سے بوجھ لے لیا **اقول** ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست ✦ بہ تسبیح سجادہ و دلق نیست (**ش ت**)

(۱۱۵) خانصاحب نے فرمایا مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولوی عبد الرب صاحب کے والد مولوی عبد الحق صاحب شاہ اسحٰق صاحب کے شاگرد اور مولوی

نذیر حسین صاحب کے خسر تھے مولوی نذیر حسین صاحب نے ان سے حدیث پڑھی ہے اور شاہ اسحق صاحب سے نہیں پڑھی جب شاہ صاحب ہجرت کرنے لگے نواب قطب الدین خانصاحب نے شاہ صاحب سے سفارش کی کہ مولوی نذیر حسین صاحب کو حدیث کی سند دیدیجئے کیونکہ اسوقت مولوی نذیر حسین صاحب سے اور نواب صاحب سے بہت دوستی تھی شاہ صاحب نے انکی سفارش سے ان سے ہر کتاب کے ابتدا کی کچھ کچھ حدیثیں سنکر ان کو قطب صاحب میں حدیث کی سند دیدی۔

حاشیہ حکایت (۱۱۵) قولہ کچھ کچھ حدیثیں **اقول** ایسی سند برکت ہے اجازت نہیں (**شت**)

(۱۱۶) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب نے ایک مرتبہ اپنی خانقاہ کی مسجد میں نماز پڑھی تو نماز کے بعد ایک شخص اُٹھا اور خانقاہ کے لوگوں کو اس نے دو دو پیسے دینے شروع کئے شاہ صاحب کے کسی صاحبزادے کو بھی اس نے دینے چاہے تو انھوں نے ہاتھ کھینچ لیا انکا ہاتھ کھینچنا شاہ احمد سعید صاحب نے دیکھ لیا اسپر آپ نے صاحبزادے پر عتاب فرمایا اور فرمایا کہ دو پیسے تھے اسلئے ہاتھ کھینچ لیا اگر سو روپے ہوتے تو جھٹ سے لیکے رکھ لیتا وہ سو روپیہ بھی تو خیرات ہی ہوتے انکو کیوں لے لیتا یہ فرماکر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ لاؤ مجھے دو اور آپ نے دو پیسے لیکر رکھ لئے اور فرمایا میاں ہم تو خیرات ہی کھانے والے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۱۶) قولہ دو پیسے لیکر رکھ لئے **اقول** یہ ہے قدردانی نعمت حق کی اور جس حرکت پر عتاب فرمایا وہ استغنا ہے نعمت حق سے جسکی نفی شکر طعام کی حدیث میں آئی ہے غیر مودع ولا مستغنے عنہ ربنا (**شت**)

(۱۱۷) خانصاحب نے فرمایا کہ اکبری مسجد کے صحن میں پہلی صف میں کسی وجہ سے ایک پتھر نیچا ہو گیا تھا اور برسات کے موسم میں اس میں گارا کیچڑ ہو جاتا تھا سب نمازی اپنے کپڑوں کو بچانے کے لئے اسکو چھوڑ کر کھڑے ہوا کرتے تھے اور اس وجہ سے صف میں فرجہ رہتا تھا یہ وہ زمانہ تھا جس زمانہ مین مولوی اسمٰعیل صاحب شہید خوش پوشاک بنے تھے

۲۴۷

ایک روز عمدہ پوشاک پہنے ہوتے اکبری مسجد مین تشریف لائے آپ نے صف اول میں فرجہ دیکھا آپ اُسی جگہ گارے کیچڑ مین بیٹھ گئے اور کپڑون کا ذرا خیال نہ فرمایا۔

حاشیہ حکایت (۱۱۷) قولہ کیچڑ مین بیٹھ گئے اقول ایسے شخص کو تزئین کا حق ہے (**رشت**)

(۱۱۸) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حکیم خادم علی صاحب اپنی مسجد میں تشریف رکھتے تھے رمضان کا زمانہ اور افطار کا وقت تھا۔ آپ نے روزہ افطار فرمالیا اتنے میں چند رافضی آئے اور آکر کہا قسم ہے امام حسین کی اسوقت آفتاب غروب نہیں ہوا تھا حکیم صاحب نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو آفتاب غروب ہو چکا تھا انھوں نے اصرار کیا اور کہا کہ آفتاب ہر گز غروب نہیں ہوا تھا اسپر حکیم صاحب نے فرمایا کہ ہمارے قلوب مین دین اور ایمان ہی ہماری شہادت قلب غلط نہیں ہے آفتاب غروب ہو چکا ہے اور اگر تمہیں اسمیں کچھ تردد ہو تو کل کو مجھے ایک کوٹھری میں بند کر دینا اور تم لوگ آفتاب کو دیکھتے رہنا جسوقت آفتاب غروب ہو گا میں تمہیں اطلاع کر دونگا اسوقت تمہیں تصدیق ہو جاویگی انھوں نے اس دعویٰ کو عجیب سمجھکر کہا بہت اچھا اگلے روز غروب آفتاب سے پہلے حکیم صاحب کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا اور خود چھت پر چڑھ کر غروب آفتاب کو دیکھنے لگے جب آفتاب غروب ہوا حکیم صاحب نے فوراً اندر سے اطلاع کی کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے اس وقت ان کو ان کے دعوے کی تصدیق ہو گئی۔

۲۲۸

حاشیہ حکایت (۱۱۸) قولہ آفتاب غروب ہو گیا ہے **اقول** یہ کرامت ہے کہ یہ خبر مطابق واقع کے ہوئی مگر یہ نہ سمجھا جاوے کہ اسکو من حیث الکرامۃ حجت سمجھتے تھے بلکہ من حیث الدلیل تحری حجت ہے (**رشت**)

(۱۱۹) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے استاد میانجی محمدی صاحب کے صاحبزادے حافظ عبد العزیز ایک مرتبہ اپنے بچپن میں نہایت سخت بیمار ہوئے اور اطبا نے جواب دیدیا ان کے والدین کو اس وجہ سے تشویش تھی اتفاق سے میانجی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرما رہے ہیں اور میں مسجد کے اندر ہوں۔

(باقی آئندہ)

کہتا ہے کون نالۂ بلبل ہے بے اثر ✿ پردہ میں گل کے لاکھ جگر چاک ہوگئے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا جو دل چاہے کئے جاؤ واللہ میں قیامت تک بھی تم کو انکے ہاتھون میں نہ دونگا۔

جب قریش کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ ابوطالب کے ذریعہ سے کام کوئی کام نہ نکلے گا تو انھون نے خود ہی صلح و آشتی کے ساتھ سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راضی کرنے کی ایک چال چلی وہ یہ کہ اُن مین سے سربرآوردہ لوگون نے "ندوہ" میں جمع ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلوایا جب آپ تشریف لائے تو انھون نے بڑے اکرام و احترام کے ساتھ آپ کو ہاتھون ہاتھ لیا اور کہا "محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے ایک بات کہنے کی وجہ سے آپ کو تکلیف دی ہے سُنو واللہ ہم کو عرب کے تمام ملک مین کوئی ایک بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے اپنی قوم پر ایسی بلائے بے درمان نازل کی ہو جیسی آپ نے اپنی قوم پر آفت ڈھاکر اسکو نشانۂ ذلت بنایا ہے تم نے آباء و اجداد کو گمراہ بتایا، دین میں عیب نکالے، دیوتاؤن کی اہانت کی، احلام کو سفیہ قرار دیا، گروہ کی متحدہ قوت کو توڑ دیا، غرض کہ بُرائی کرنے میں آپ نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اگر ان باتون سے تمہاری غرض تحصیل مال ہے تو ہم سب ملکر تمہارے واسطے اسقدر مال و متاع جمع کئے دیتے ہیں کہ تم ہم سب سے زیادہ مالدار بنجاؤ اگر عزت و شرف کا خیال ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنالین اگر بادشاہت کی خواہش ہو تو اپنا بادشاہ تسلیم کریں اگر یہ صورت جو تم کو پیش آیا کرتی ہے از قسم جنون اور دیوانگی ہے تو ہم کسی طبیب حاذق کو تلاش کرکے اپنا اپنا مال صرف کرکے تمہارا علاج کرائیں جس سے تم کو صحت ہو جائے اور صحت نہ ہوئی تو پھر تمکو اس معاملہ میں معذور تصور کریں۔

سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے جواب مین ارشاد فرمایا "نہ تو میری وہ حالت ہے جو تم نے بیان کی اور نہ میں مال و دولت کا طالب، نہ عزوجاہ کا خواہان ہون بلکہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اپنا رسول بناکر تمہارے پاس بھیجا ہے اور اپنی مقدس کتاب نازل فرماکر مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو اسکے انعام کی خوشخبری دوں اور اسکے عذاب سے ڈراؤن لہذا میں خدائے قدوس کے احکام تمہیں سُناتا اور نصیحت کرتا ہون اگر تم میری بات اور رسالت کو قبول کر لوگے تو دنیا

تمہارے لئے فلاح دارین کا سبب اور نجات کا ذریعہ ہوگا اور اگر میرے قول کی تردید کروگے تو میں اسوقت تک صبر و تحمل سے کام لونگا جبتک قادر مطلق میرے اور تمہارے معاملہ کا کوئی فیصلہ نہ کردے گا

اہل قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اسلام سے باز رکھنے میں اپنی کوششیں ضائع ہوتی دیکھ کر ایک نیا رویہ اختیار کیا انھوں نے چاہا کہ آپ پر اسقدر ظلم و ستم کریں کہ آپ مجبور ہو کر تبلیغ اسلام سے دست کش ہوجائیں سو اتفاق سے جو کفار آپکے ہمسایہ تھے یعنی ابوجہل، ابولہب، اسود بن یغوث، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، منبہ بن حجاج، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص، سب قریش کے سر برآوردہ رؤسا تھے اور یہی سب سے بڑھکر آپ کے دشمن تھے، یہ لوگ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتے، نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے، سجدہ میں آپ کی گردن مبارک پر اوجھڑی لاکر ڈالدیتے گلے میں چادر لپیٹکر زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک میں بدھیاں پڑجاتیں۔

۲۶ ایک دفعہ آپ حرم شریف مین سجدہ مین تھے کفار میں سے ایک شخص نے آپ کا ایسا گلا گھوٹا کہ قریب تھا کہ آپکی آنکھیں نکل پڑین حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ان سب کا تن تنہا مقابلہ کرکے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے چھڑانے مین اپنی جان کی کچھ پروا نہیں کی یا تھا پائی کی اس حد تک نوبت پہنچی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر پھٹ گیا ریش مبارک اکھڑ گئی چنانچہ آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان بدبختون کے پنجہ سے چھڑا لیا اور کہا۔

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ۔	کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اپنے پروردگار کی طرف تمہارے پاس روشن دلائل لیکر آیا ہے

حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ کافرون نے ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اسقدر مارا کہ آپ بیہوش ہوگئے۔ اتنے میں ابوبکرؓ آگئے اور انھون نے آپ کو بچا لیا بعد اسکے وہ کھڑے ہوگئے اور پکار کر کہنے لگے تم لوگون کی خرابی ہو تم ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ بات کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور بیشک وہ معجزات بھی تمہارے پاس تمہارے پروردگار کے یہاں سے لایا ہے کافرون نے پوچھا یہ کون ہے؟

کسی نے کہا کہ یہ ابو قحافہ کا مجنون بیٹا ہے۔

ایک مرتبہ آپ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن مُعیط نے آپ کی گردن مبارک مین چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچی اتفاقاً حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگئے اور آپ کا شانۂ مبارک پکڑ کر عقبہ کے ہاتھ سے چھڑا یا اور کہا کہ" اس شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے"!

ریاض النضرہ مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی تھیں کہ ایک روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب یکجا جمع ہوئے وہ کل انتالیس[۳۹] مرد تھے تو ابو بکرؓ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اعلان اسلام کی بابت اصرار کیا آپ نے فرمایا اے ابو بکر! ابھی ہم لوگ بہت تھوڑے ہیں مگر وہ برابر آپ سے اصرار کرتے رہے یہان تک کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور تمام مُسلمان کعبہ کے اندر ادہر اُدہر بیٹھ گئے اور ابو بکر وعظ کہنے کھڑے ہوئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ سب سے پہلے واعظ ہین جنھون نے اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگون کو بُلایا حضرت صدیق کا وعظ کہنا تھا کہ مشرکون نے ان پر اور نیز اور مسلمانون پر ہجوم کر لیا اور ان کو مارنا شروع کیا کعبہ کے اندر جسقدر مسلمان تھے سب کو بہت سخت مارا اور ابو بکر تو پیرون سے روندے گئے اور بہت ہی سخت مارے گئے اور اسی حالت میں عتبہ بن ربیعہ خبیث انکے قریب گیا اور اس نے دو سلی ہوئی جوتیون سے انکو مارنا شروع کیا اور انکے مبارک چہرہ پر مارتے مارتے پھٹنے کے قریب پہنچا دیا چہرہ پر اسقدر ورم آگیا کہ ناک اور منہ معلوم نہ ہوتا تھا۔

(مترجم[عہ] کہتا ہے کہ اللہ اکبر کیسی خوش نصیبی اور اقبال مندی حضرت صدیقؓ کی تھی اپنے آقائے نامدار حبیب مختار صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے انکی محبت میں جان فدا کر رہے ہیں اس دن کی تمنا تو ہر ایک جانباز کو ہوتی ہے مگر ہر ایک کی ایسی قسمت کہان۔

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست　　٭　　تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائی ست)

[عہ] حضرت استاذنا المکرم مولنا مولوی محمد عبد الشکور صاحب دامت برکاتہ کاکوروی ۱۲ منہ۔

اتنے مین حضرت صدیق کے قبیلہ بنی تمیم کے لوگ دوڑے ہوئے آئے اور انھون نے مشرکون کو ابو بکر کے پاس سے ہٹایا اور انکو کپڑے مین لاد کر انکے گھر لیگئے ان سب کو یقین تھا کہ اب یہ زندہ نہ رہینگے پھر بنی تمیم کے لوگ لوٹ کر کعبہ میں آئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم اگر ابو بکر مر گئے تو ہم ضرور ضرور عتبہ کو مار ڈالیں گے اسکے بعد پھر وہ ابو بکر کے پاس گئے ابو قحافہ انکے والد اور قبیلہ بنی تمیم کے اور لوگ برابر انکو پکارتے تھے مگر وہ جواب نہ دیتے تھے۔ بالآخر شام کے قریب جواب دیا اور یہ بات کہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ تمام بنی تمیم کے لوگون نے ان کو ملامت کی اور طعنے دئے کہ دیکھو تم نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے اپنی جان و آبرو سب تباہ کر دی اسکے بعد وہ لوگ اٹھ گئے اور حضرت صدیق کی والدہ ام الخیر بنت صخر سے کہہ گئے کہ دیکھو ان کو کچھ کھلا پلا دینا چنانچہ وہ اسکے پاس گئیں اور انھون نے بہت اصرار کیا مگر وہ یہی پوچھتے رہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ ام الخیر نے کہا واللہ مجھے تمہارے صاحب کی کچھ خبر نہیں حضرت ابو بکر نے کہا کہ تم ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور اُن سے حضرت کا حال پوچھو چنانچہ وہ ام جمیل کے پاس گئیں اور کہا کہ ابو بکر تم سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ کا حال پوچھتے ہیں ام جمیل نے (براہ رازداری صاف انکار کر دیا) کہا نہ مین ابو بکر کو جانتی ہون نہ محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے ہمراہ تمہارے بیٹے کے پاس چل سکتی ہون ام الخیر نے کہا اچھا چلو چنانچہ ام جمیل انکے ہمراہ گئیں اور ضبط نہ کر سکیں چلا اٹھیں کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ ایسا کیا ہے بڑے ناہنجار لوگ ہین مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہارا انتقام انسے لیگا حضرت ابو بکر نے کہا یہ باتیں پھر کرنا یہ بتاؤ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ ام جمیل نے آہستہ سے کہا کہ تمہاری والدہ سُن رہی ہیں ابھی نہ پوچھو حضرت ابو بکر نے کہا کہ میری والدہ سے تم کچھ اندیشہ نہ کرو ام جمیل نے کہا بحمد اللہ صحیح و سالم ہین حضرت ابو بکر نے پوچھا کہ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ ام جمیل نے کہا کہ ارقم کے گھر میں بعد اسکے ام جمیل اور حضرت صدیق کی والدہ دونون نے ان سے کھانے کے لئے اصرار کیا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ جبتک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہ ہو نچونگا کچھ نہ کھاؤنگا نہ پیونگا ان دونون نے یہ سُنکر توقف کیا

(باقی آئندہ)

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بے مثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی رُوح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیات قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدھر ہیں طریقت کو شریعت سے جُدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کر کے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائیگا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی وجہالت ہے۔ قیمت تین روپے چار آنے۔ محصولڈاک سات آنے۔

ختم النبوۃ فی القرآن حصہ اوّل (اُردو)

قرآن مجید کی ایکسو آیات (معہ ترجمہ اُردو) سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا نہ حقیقی نہ مجازی۔ نہ ظلی نہ بروزی۔ مرزائی جماعت خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی۔ محمودی ہوں یا کمالی سب اس کتاب کے جواب سے عاجز ہیں۔ قیمت بارہ آنے۔ (۱۲)

ختم النبوۃ فی الحدیث حصہ دوم (اُردو)

چلو قصہ طے ہو گیا پہلے حصہ نے مرزائیوں کو بدحواس کیا ہی تھا لیکن دوسرے نے تو بالکل دیوانہ ہی کیونکہ اسمیں تقریباً پونے دوسو احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ حقیقی نہ مجازی نہ تشریعی نہ غیر تشریعی نہ ظلی نہ بروزی مرزائی بیچارے ہیں کہ مبہوت ہو کر رہگئے ہیں کہ اب نہ قرآنی آیت ہی کی من گھڑت تفسیر سے کسیکو دہوکا دیسکتے ہیں نہ حدیث شریف ہی کے معنی بگاڑ کر مرزا کی نبوت ثابت کرسکتے ہیں احادیث معہ ترجمہ لکھی گئی ہیں قیمت صرف بارہ آنے۔ (۱۲)

ملنے کا پتہ:۔ محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

ضروری اطلاع

رسالہ الہادی کے خریدارون کو جو رعایت سے

کتب دیجاتی تھی وہ موقوف۔ کیونکہ یہ رعایت اس خیال

سے دیجاتی تھی کہ اس سے اشاعت پر اثر پڑے گا۔

مگر یہ بالکل غلط ثابت ہوا۔

لہذا ربیع الثانی تک رعایت رہیگی اسکے بعد بالکل نہین

دیجاویگی۔ اگر کوئی صاحب اس وجہ سے خریدار ہون۔ تو

آئندہ سال انکو اختیار ہے ❊

(مدیر)